# استحکامِ خلافت

مرتبہ

عبدالحق

استاد مدرستہ الظفر

وقف جدید ربوہ

## عناوین:



## آیت :

**وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْامِنْکُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ص وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّ لَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَO**

(سورۃالنور:56)

’’تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لیے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔‘‘

(ترجمہ از قرآن کریم اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

## حدیث:

**عَنْ حُذَیْفَۃَرَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَکُوْنُ النُّبُوَّۃُ فِیْکُمْ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃِ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْ فَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا عَاضًّا فَتَکُوْنُ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا جَبْرِیَّۃً فَیَکُوْنُ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ یَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃِ ثُمَّ سَکَتَ۔**

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 273 ۔مشکٰوۃ بَابُ الْاِنْذَارِ وَالتَّحْذِیْرِ)

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر وہ اس کو اٹھا لے گا اور خلافت عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃِ قائم ہو گی، پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اٹھا لے گا، پھر ایذا رساں بادشاہت قائم ہو گی اور تب تک رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ جب یہ دور ختم ہو گا تو اس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہو گی اور تب تک رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر وہ ظلم ستم کے اس دور کو ختم کر دے گا جس کے بعد پھر نبوت کے طریق پر خلافت قائم ہو گی ! یہ فرما کر آپؐ خاموش ہو گئے۔

## استحکام خلافت اورتمکنتِ دین:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سورۃ النور آیت نمبر 56 کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی تصنیف سر الخلافۃ میں فرماتے ہیں:
’’اس کی تفصیل کے متعلق اے عقلمندو اور اعلیٰ فضیلت والو! جان لو تا کہ تم پر اس کی دلیل واضح ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مسلمان مردوں اور عورتوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ضرور ان میں سے بعض مومنوں کو اپنے فضل اور رحمت سے خلیفہ بنائے گا اور ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ پس یہ ایک ایسی بات ہے جس کا پورا اور مکمل مصداق ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو پاتے ہیں جیسا کہ اہل تحقیق کے نزدیک یہ امر واضح ہے کہ ان کی خلافت کا زمانہ ایک خوف و مصائب کا زمانہ تھا کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو اسلام اور مسلمانوں پر طرح طرح کی مصیبتیں نازل ہوئیں اور بہت سارے منافق مُرتد ہو گئے اور مرتدین کی زبانیں دراز ہو گئیں اور جھوٹے دعوے داروں سے ایک گروہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور ان کے گرد بہت سارے بادیہ نشین جمع ہو گئے یہاں تک کہ مسیلمہ کے ساتھ قریباً ایک لاکھ جاہل اور فاجر لوگ آشامل ہوئے اور فتنوں نے جوش مارا اور مصائب بڑھ گئے اور قسم قسم کی بلاؤں نے دُور و نزدیک سے مسلمانوں کا احاطہ کر لیا اور مومن ایک سخت زلزلہ میں مبتلا کئے گئے اور مسلمانوں میں سے ہر فرد آزمائش میں ڈالا

گیا اور خوفناک اور حواس کو دہشت ناک کرنے والے حالات پیدا ہو گئے اور مومن بے چارگی کی حالت کو پہنچ گئے۔گویا ایک انگارا تھاجو ان کے دلوں میں بھڑکایا گیا یا یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ چھری کے ساتھ ذبح کر دیئے گئے ہیں کبھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کی وجہ سے اور کبھی آگ کی مانند جلا دینے والے فتنوں کی وجہ سے روتے تھے اور امن وامان کا کوئی نشان باقی نہ رہا اور فتنوں میں پڑے ہوئے مسلمان ایسے مغلوب ہو گئے جیسے رُوڑی کے اُوپر اُگی ہوئی گھاس اُس کو ڈھانپ لیتی ہے۔ پس مومنوں کا خوف اور گھبراہٹ بڑھ گیا اور اُن کے دل دہشت اور کرب سے بھر گئے تو ایسے وقت میں حضرت ابوبکر کو زمانے کا حاکم اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بنایا گیا۔ اسلام پر حالاتِ واردہ کی وجہ سے اور ان باتوں کی وجہ سے جو آپ رضی اللہ عنہ نے منافقوں، کافروں اور مرتدین کی طرف سے دیکھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ پر سخت غم طاری ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہ موسم ربیع کی بارش کی طرح روتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے آنسو چشموں کی طرح بہتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے اسلام اور مسلمانوں کی بہتری اور بھلائی چاہتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب میرے باپ خلیفہ بنائے گئے اور اللہ تعالیٰ نے امرِ خلافت آپ رضی اللہ عنہ کو تفویض کیا تو آپ نے خلیفہ بنتے ہی فتنوں کو ہر طرف سے موجزن پایا اور یہ کہ جھوٹے نبوت کے مدعی جوش میں ہیں اور منافق مرتد لوگ بغاوت پر آمادہ ہیں۔ سو آپ رضی اللہ عنہ پر اس قدر مصائب آپڑے کہ اگر پہاڑوں پر اتنی مصیبتیں نازل ہوتیں تو وہ ٹوٹ کر گر جاتے اور ریزہ ریزہ ہو جاتے لیکن آپ رضی اللہ عنہ کو رسولوں کی طرح ایک صبر عطا کیا گیا یہاں تک کہ اللہ کی نصرت آئی اور جھوٹے مدعیان نبوّت قتل کئے گئے اور مرتد ہلاک کر دیئے گئے اور فتنوں اور مصائب کا قلع قمع کر دیا گیا اور معاملے کا فیصلہ کر دیا گیا اور امر خلافت مضبوط ہو گیا اور اللہ نے مومنوں کو مصیبت سے نجات بخشی اور ان پر خوف طاری ہونے کے بعد اسے امن میں بدل دیا اور ان کے دین کو مضبوط کر دیا اور مفسدین کے منہ کالے کر دیئے اور اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے ابو بکر صدیق کی مدد فرمائی اور سرکشوں اور بڑے بڑے بتوں کو تباہ کر دیا اور کفار کے دلوں میں رُعب ڈال دیا پس وہ شکست کھا گئے اور انہوں نے حق کی طرف رُجوع کیا اور سرکشی سے توبہ کی اور یہ غالب خدا کا وعدہ تھا جو تمام سچوں سے زیادہ سچا ہے۔

پس دیکھو کس طرح خلافت کا وعدہ اپنے تمام لوازم اور نشانات کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ذات میں پورا ہوا اور تمہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ تمہارا سینہ اس تحقیق کے لیے کھول دے اور غور کرو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ منتخب ہونے کے وقت مسلمانوں کی کیسی کمزور حالت تھی اور اسلام مصائب کی وجہ سے ایک جلے ہوئے شخص کی طرح تھا۔ پھر اللہ نے دوبارہ اسلام کو طاقت بخشی اور اس کو گہرے کنویں سے نکالا اور جھوٹے مدعیانِ نبوت سخت عذاب کے ساتھ قتل کیے گئے اور مرتدین چوپایوں کی طرح ہلاک کر دیئے گئے اور اللہ نے مومنوں کو اس خوف سے امن دیا جس میں وہ مردوں کی طرح پڑے ہوئے تھے اور مومن اس مصیبت کے دور ہوتے ہی خوشیاں منانے لگے اورحضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مبارک باد دینے لگے اور آپ رضی اللہ عنہ کو مرحبا اور خوش آمدید کہتے اور آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے لئے خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی تعظیم وتکریم میں جلدی کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی محبت اپنے دلوں میں بٹھاتے تھے اور تمام امور میں آپ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرتے اور آپ رضی اللہ عنہ کے شکر گزار تھے اور انہوں نے اپنے دلوں کو جِلا دی اور دل کے کھیتوں کو سیراب کیا اور آپ رضی اللہ عنہ سے محبت میں بڑھ گئے اور پوری کوشش سے آپ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کو

مبارک اور انبیاء کی طرح مؤید سمجھا کرتے تھے اور یہ سب کچھ حضرت ابو بکرصدیق رضی اللہ عنہ کی سچائی اور گہرے یقین پر قائم ہونے کے سبب سے تھا۔ بخدا ! وہ اسلام کے آدمِ ثانی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کے لیے مظہرِ اول تھے۔ گو وہ نبی نہیں تھے لیکن ان میں انبیاء کے قویٰ پائے جاتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے صدق کی بدولت اسلام کا باغ اپنی کامل ترو تازگی کو پہنچا اور اس نے اپنی زینت اور سکینت تیروں کے صدمات سہنے کے بعد حاصل کی اور اس کے اندر رنگا رنگ کے پھول پیدا ہوئے اور اس کی شاخیں غبار سے صاف ہوگئیں اور اس سے پہلے اسلام ایک ایسے مردہ کی طرح تھا جس پر ماتم کیا جا چکا ہو اور قحط سے بھگائے ہوئے اور مصائب سے زخمی اور سفروں سے درماندہ اور قسم قسم کی تھکان سے دُکھ دیئے ہوئے اور شعلوں والی دوپہر کے جلے بھنے ہوئے شخص کی مانند تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ان تمام مصائب سے نجات دی اور تمام آفات سے چھڑایا اور عجیب تائیدات سے اس کی مدد کی یہاں تک کہ اس نے بادشاہوں کی قیادت کی اور لوگوں کی گردنیں اس کے ہاتھ میں آگئیں۔ بعد اس کے کہ وہ درماندہ اور شکستہ ہو چکا تھا اور خاک میں مل چکا تھا۔ پس منافقوں کی زبانیں بند ہوگئیں اور مومنوں کے چہرے چمک اُٹھے اور ہر ایک شخص نے اپنے رب کی حمد کی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شکر بجا لایا اور سوائے زندیق اور فاسق کے سب ان کے پاس مطیع بن کر آگئے۔ یہ سارا اَجر اُس بندے کا تھا جسے اللہ نے چن لیا تھا اور اسے اپنی دوستی کے لئے مخصوص کر لیا تھا اور اس سے راضی ہو گیا تھا اور اس کو عافیت بخشی تھی اور اللہ تعالیٰ محسنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

حاصل کلام یہ کہ یہ تمام آیات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی خبر دے رہی ہیں اور ان کا کوئی اَور مصداق نہیں ہے۔ پس آپ تحقیق کی نظر سے اسے دیکھیں اور اللہ سے ڈریں اور متعصب مت بنیں۔ پھر دیکھیں کہ یہ تمام آیات آئندہ کے لیے پیشگوئیاں تھی تا کہ ان کے ظہور کے وقت مومنوں کا ایمان بڑھ جائے اور وہ اللہ کے وعدوں کو پہچان لیں کیونکہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام میں فتنے پیدا ہونے اور اس پر مصائب نازل ہونے کی خبر دی تھی اور ان میں یہ وعدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس وقت بعض مومنوں کو خلیفہ بنائے گا اور خوف کے بعد ان کو امن دے گا اوران کے متزلزل دین کو تقویت بخشے گا اور مفسدین کو ہلاک کرے گااور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس پیشگوئی کا مصداق سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اَوراُن کے زمانے کے کوئی نہیں۔ پس انکار نہ کریں کیونکہ اس کی دلیل تو ظاہر ہو گئی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام کو ایسی دیوار کی طرح پایا جو مفسدین کی شرارت کی وجہ سے گرنے کو تھی، خدا تعالیٰ نے اِس کو اُن کے ہاتھوں ایک چونے، گچ، مضبوط اُونچے قلعہ کی طرح بنا دیا جس کی دیواریں فولادی تھیں اور اس میں ایسی فوج تھی جو غلاموں کی طرح فرمانبردار تھی۔ پس غور کریں کیا اس میں آپ کے لیے کوئی شک کی گنجائش ہے یا اس کی نظیر آپ کے نزدیک اور جماعتوں سے لانا ممکن ہے؟''

(اردو ترجمہ از تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد6۔ ادارۃ المصنفین)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس مشاورت1984ء سے جو اختتامی خطاب فرمایا تھا اس کا مکمل متن ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد یہ آیت کریمہ پڑھی۔

**وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ**

مِنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ۔ وَ مَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ

فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ۔

(سورۃ النور:56)

اور پھر فرمایا:

سورہ نور کی یہ آیت جو آیت استخلاف کے نام سے معروف ہے۔ یہ جماعت احمدیہ کے سامنے بار بار پڑھی جاتی ہے ۔ اس کا جماعت احمدیہ کی زندگی اور مستقبل کے ساتھ چونکہ ایک بہت ہی گہرا تعلق ہے اس لئے اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے اسے بار بار جماعت کے سامنے پیش کرتے رہنا چاہئے۔

آج میں اس کے جس پہلو کے متعلق خصوصیت کے ساتھ کچھ کہنا چاہتا ہوں اُس کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بھی ایک موقع پر توجہ دلائی تھی اور وہ یہ ہے کہ اس آیت میں ساری جماعت ہی خلیفۃ اللہ بن جاتی ہے اور ہر وہ شخص جو خلافت پر ایمان رکھتا ہے اور عمل صالح کرتا ہے یہ آیت اس کو بتاتی ہے کہ تم اس دنیا میں اللہ کے خلیفہ ہو اور من حیث الجماعت یہ خلافت مرتکز ہو جاتی ہے ایک ذات میں جس کو ہم خلیفۃ المسیح کہتے ہیں۔ پس اس آیت میں انتشار بھی ہے اور ارتکاز بھی ہے یعنی پہلے یہ مضمون ساری جماعت پر پھیل جاتا ہے اور ہر فرد جماعت جو ان شرائط کو پورا کرتا ہے وہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے اس نقطۂ نگاہ سے کہ وہ خدا کے پروگرام کو جو اس دنیا میں جاری کرنا چاہتا ہے اس کو جاری کرنے کیلئے ذمہ داری میں پوری طرح شریک ہے اس لحاظ سے وہ خلیفہ ہے کیونکہ وہ دنیا کے سامنے خدا تعالیٰ کے نمائندہ کے طور پر پیش ہو رہا ہے اور اس پر یہ بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ وہ دنیا کو ایسا نمونہ دکھائے کہ جس کے نتیجہ میں دنیا یہ سمجھے کہ جس ذات نے اس کو خلیفہ بنایا ہے وہ ذات بہت بڑی خوبیوں کا مجموعہ ہو گی۔ یہ نمونہ جو ایک بہت ہی معمولی حیثیت رکھتا ہے اگر اُس کی خوبیوں کا یہ حال ہے تو جس کا یہ نمائندہ ہے اس کے حسن کا تو کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ۔

پس خدا تعالیٰ کے نمائندہ کی حیثیت سے جماعت کے ہر فرد پر خلافت کی ایک ذمہ داری عاید ہوتی ہے اور اگر جماعت اس ذمہ داری کو ادا کرے تو تمام افراد کی یہ خلافت اجتماعی شکل میں ایک ذات میں مرتکز ہو کر ایک عظیم الشان طاقت بن جاتی ہے۔ جس کا دنیا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ ہر شخص اس آیت کے پیش نظر اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے اور خدا تعالیٰ کا نمائندہ بننے کی اس دنیا میں کوشش کرے تو اس کے نتیجہ میں تقویٰ کا جو قطرہ قطرہ اکٹھا ہو کر اجتماعی شکل میں خلافت کی صورت میں دنیا کے سامنے آئے گا وہ ایک عظیم الشان طاقت ہے اور اس کی طرف ہمیں خصوصیت کے ساتھ توجہ کرنی چاہیے۔

لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ

میں سارے صیغے جمع کے استعمال ہوئے ہیں اور جمع کے صیغہ میں یہی حکمت ہے کہ ایک خلیفہ ہو تب بھی وہ اکیلا خدا کا نمائندہ نہیں ہے۔ ساری قوم خدا کی نمائندہ خواہ مرکزی حیثیت سے اس نمائندگی کو ادا کرنے کے لئے ایک ذات میں و ہ نمائندگی مجتمع ہو جائے۔

امر واقعہ یہی ہے کہ اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے مختلف اوقات میں مختلف خلفاء نے مختلف رنگ میں اس بات کو ظاہر کیا ۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کا فقرہ تھا کہ تم سب کو خدا تعالیٰ نے نمائندہ بنایا اور پھر

سب کو باندھ کر میرے ہاتھ میں اکٹھا کر دیا یہ وہی بات ہے اور آیت استخلاف کی ایک تفسیر ہے کہ تم سب کو خدا نے خلیفہ بنایا اور پھر اپنی قدرت کے زور سے باندھ کرمیرے ہاتھ پر تمہیں اکٹھا کر دیاہے اس لئے اب میں خدا کا نمائندہ ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے یہی بات تفصیل سے بیان فرمائی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اس بات کو یوں بیان کیا کرتے تھے ۔ جب بیرونی سفروں میں بعض لوگ سوال کیا کرتے تھے کہ جماعت میں خلیفہ کی کیا حیثیت ہے تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ خلیفہ اور جماعت میں کوئی فرق نہیں ۔ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں ۔ یہی وہ بات ہے جو آیت استخلاف کی روح سے تعلق رکھتی ہے اس لئے حقیقت یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کا مجموعی تقویٰ، جماعت احمدیہ کی مجموعی ذمہ داری وہ قوت ہے جو خلیفۂ وقت کو حاصل ہوتی ہے اور اس قوت کا پھر ساری دنیا میں دوبارہ انتشار ہوتا ہے اس لئے اس طرف بڑی توجہ کی ضرورت ہے اور انفرادی معیار تقویٰ کو اس احساس ذمہ داری کے ساتھ بڑھانے کی ضرورت ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کو قرآن کریم کی یہ آیت خدا کا نمائندہ قرار دے رہی ہے اور جماعت کو من حیث الجماعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلیفہ بنایا گیا ہے۔

اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس آیت میں اس کا جو نتیجہ ظاہر فرمایا گیا اگر یہ خلافت قائم ہو جائے اور جس طرح اللہ تعالیٰ اس خلافت کو قائم فرمانا چاہتا ہے اس روح کے ساتھ قائم ہو جائے تو اس کے کچھ طبعی نتیجے نکلیں گے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے

**وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ ۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا**

پہلے یہ رکھا کہ دین کو تمکنت نصیب ہو گی یعنی اگر تم اس دنیا میں واقعۃً اللہ کے خلیفہ بن جاؤ گے تو تمہارے دین کو خدا تعالیٰ تمکنت عطا فرمائے گا۔ دین کو تمکنت عطا کرنے کے کیا معنے ہیں۔ عربی لغت کے لحاظ سے اقتدار کو تمکنت کہتے ہیں۔ غلبہ کو تمکنت کہتے ہیں۔ خوف کو دورکرنے اور امن میں آجانے کو تمکنت کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے یہ جو محاورہ استعمال کیا ہے: **عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٌ** خدا تعالیٰ کے عرش کے پاس یعنی خدا تعالیٰ کی شان کے قریب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے اور یہ بے خوف مقام ہے۔ ایسا مقام ہے جس میں غلبہ بھی شامل ہو جاتا ہے جس میں مقتدرت شامل ہو جاتی ہے جس میں بے خوفی شامل ہو جاتی ہے پس اصل میں تمکنت کا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے پھر آگے مؤمنین کی جماعت کو نصیب ہوتا ہے۔ تعجب اس بات پر ہوتا ہے کہ اس مقام کے بعد پھر یہ کیوں فرمایا گیا: **وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ ۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا** جب تمکنت نصیب ہو جائے جو بظاہر خوف دور ہونے کے بعد نصیب ہونی چاہیے۔ خوف دور ہونے کا مقام انسانی عقل جب سوچتی ہے تو تمکنت سے پہلے رکھتی ہے اس سے بھی معلوم یہ ہوتاہے اور قرآن کریم کا یہ خاص اسلوب ہے اور بھی بہت سی جگہ اس قسم کے اسلوب کو اختیار کیا گیا ہے جس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے کسی بندے کا کلام نہیں۔ چنانچہ انسانی سوچ جو ترتیب مقرر کرتی ہے کلام الٰہی اس ترتیب کو بدل دیتا ہے۔ انسانی سوچ کا جو بہترین حصہ ہے وہ بھی جب کوئی ترتیب سوچتا ہے تو خدا تعالیٰ اس ترتیب کو بدل کر ایک نئی ترتیب میں ڈھال دیتا ہے اور اس وقت غور کرنے سے پتہ چلتاہے کہ وہی ترتیب درست ہے جو کلام الٰہی میں پیش کی گئی ہے اور کسی بندہ کا یہ کلام نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس مضمون کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی صورت میں بیان فرمایا جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لئے کی تھی۔ اس دعا میں یہ مانگا گیا تھا کہ اے خدا:

**وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰاتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ**

اس میں تزکیہ کو سب سے آخر پر رکھا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسا صاحب علم و رُشد نبی بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ آپ کو نبوت میں بہت عظیم مقام حاصل ہے۔ دعا کرتے وقت جو ترتیب انسانی ذہن نے بلکہ اس انسانی ذہن نے قائم کی جو وحی سے صیقل کیا گیا تھا اور بہت اعلیٰ درجے پر پہنچ چکا تھا اس انسانی ذہن نے جو ترتیب سوچی وہ خدا کے نزدیک صحیح نہیں تھی۔ چنانچہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور اس کے مقام کو ظاہر کرنے کیلئے خدا نے یہ ترتیب بدل دی۔ فرمایا:

**هُوَ الَّذِىۡ بَعَثَ فِى الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ**

(سورۃ الجمعہ)

یہ علم و حکمت کے بعد تزکیہ نہیں کرتا اس کا مقام اس سے بلند تر ہے جو مانگا گیا تھا۔ اس میں ایسی عظیم قوت قدسیہ ہے کہ یہ اس بات کا محتاج نہیں ہے کہ علم و حکمت سکھائے تب جا کر تزکیہ کرے۔ یہ اپنی ذات سے اور اپنے نمونے سے پہلے تزکیہ کر دیتا ہے اور تزکیہ کرنے کے بعد علم و حکمت سکھاتا ہے۔ اس میں اور بھی بڑے لطیف معنی ہیں جو پہلے بھی بیان ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی بیان ہوتے رہیں گے۔

اس وقت میں صرف یہ مثال دے رہا ہوں کہ انسانی سوچ جو ترتیب ذہن میں لاتی ہے اور انسان جس طرح سوچتا ہے اور انسانوں میں سے جو بہترین سوچنے والے ہیں ان کی ترتیب میں بھی کوئی نہ کوئی کمزوری رہ جاتی ہے اور کلام الٰہی اس کو درست کرتا ہے۔ چنانچہ آیت استخلاف میں بھی یہی دیکھنے میں آتا ہے اگر انسان کا کلام ہوتا تو یہ کہتا کہ پہلے وہ تمہارے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ ایک خلافت کے بعد خوف کا مقام ہوتا ہے اور یہی لگتا ہے کہ یہاں پہلے یہ ذکر ہونا چاہیے کہ خوف کو امن میں بدل دے گا اور تمکنت میں تو خوف ہے ہی نہیں کیونکہ تمکنت نام ہے اس مقام کا جو بے خوفی پیدا کرتی ہے تو بعد میں کس خوف کا ذکر ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اگر آپ دوبارہ اس آیت کو ذہن نشین کر کے جو میں مضمون بیان کرتا ہوں اس کے ساتھ چلیں تو آپ کو سمجھ آ جائے گی کہ اس میں کیا حکمت ہے ۔خلافت کے نتیجہ میں لا متناہی ترقیات نصیب ہوتی ہیں ۔ ترقی کی کوئی ایک منزل نصیب نہیں ہوتی۔اور ترقی کی ہر منزل کے حصول کے نتیجہ میں خوف پیدا ہوتے ہیں جو دشمن کی تکلیف کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے حسد کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور یہ وہ خوف ہے جو تمکنت سے پہلے پیدا نہیں ہوا کرتا۔ یہ ہر تمکنت کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ وہ جماعت جو ترقی نہیں کر رہی اور جو نشو و نما نہیں پا رہی اس کے اندر بھی ایک بے خوفی پید اہو جاتی ہے اور بے خوفی کے نتیجہ میں پھر اس کو کوئی خوف نہیں آتا وہ اپنی ذات میں سکڑی رہتی ہے۔ مسلمانوں کے اندر بھی ایسی بہت سی جماعتیں ہیں جن کے ساتھ مسلمانوں کو اس سے بہت زیادہ اختلافات ہیں جو ہمارے بعض عقائد سے وہ رکھتے ہیں لیکن ان سے خوف کوئی نہیں رکھتے۔ کیونکہ ان کو جو امن نصیب ہے وہ نشو و نما نہ پانے کا امن ہے۔ وہ زندگی کے فقدان کا امن ہے ۔ وہ چار دیواری میں قلعہ بند ہونے کا امن ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ اس جماعت سے یہ توقع نہیں رکھتا جو خلافت سے وابستہ ہو یا جس کو خلیفہ بنایا گیا ہو۔ اس کو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ تم ایسے کام کرو

جس کے نتیجہ میں تمہیں تمکنت نصیب ہو یعنی یہاں حوالہ ہو جائے گا شروع کی طرف جہاں یہ شرط لگائی گئی تھی۔

**وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ...لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ**

یہ اس آیت کی مکمل شکل بن جائے گی کہ اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے جو عمل صالح کے ذریعہ مسلسل ترقی کیلئے کوشاں ہیں اور ہر آن ان کا قدم نیک اعمال کے نتیجہ میں آگے کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کے دین کو ضرور تمکنت نصیب فرمائے گا اور ہر تمکنت کے بعد ایک ایسا مقام ان کو عطا ہو گا کہ دنیا ان سے خوف محسوس کرے گی اور ان سے خوف محسوس کرنے کے نتیجہ میں جو ردّ عمل پیدا ہوتا ہے اس سے ان کے لئے ایک خوف پیدا ہو جائے گا ان کیلئے بظاہر خطرناک حالات پیدا ہوں گے۔ خدا تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ تم تمکنت کے حصول کے لئے نیک اعمال کے ذریعہ کوشش کرتے چلے جاؤ ہم تمہیں تمکنت دیتے چلے جائیں گے اور یہ یقین دلاتے ہیں کہ اس وجہ سے جو خوف تمہارے لئے پیدا ہوں گے ان کے ہم ذمہ دار ہیں۔ ہر خوف جو تمہاری ترقی کے نتیجہ میں تمہارے لئے پیدا ہو گا خدا اس کا ضامن ہے جس طرح کہتے ہیں

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

اسی قسم کا مفہوم یہ آیت بیان کر رہی ہے کہ تم آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ تمہارے لئے کوئی آخری منزل نہیں ہے۔ تمہارا ہر قدم جو آگے بڑھے گا اللہ تعالیٰ یہ وعدہ فرماتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں تمہیں ایک تمکنت نصیب فرمائے گا۔ تم ہر تمکنت کی جو منزل حاصل کرو گے اس کے نتیجہ میں مخالفت کی ایک آگ لگ جائے گی اور تم گرجتے ہوئے بے انتہاء خطرناک بادل دیکھو گے۔ جو تمہیں ڈرائیں گے اور دھمکائیں گے کہ اچھا تم ترقی کرنے کی جرأت کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ ان کی بالکل پروا نہ کرو۔ ان کا جواب دینا ہمارا کام ہے۔

**وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا**

یہ وعدہ بڑی شدت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ وعدے کی شدت کے جو ذرائع عرب اختیار کرتے ہیں یا عربی زبان میں اختیار کئے جاتے ہیں وہ سارے یہاں اکٹھے کر دیئے گئے ہیں۔ لام جو شروع میں آیا ہے یہ شدّت پیدا کرنے کے لئے ہے۔ نون خفیفہ بھی شدت کے لئے آتا ہے اور نون خفیفہ سے زاید کر کے اسے نون ثقیلہ میں تبدیل کر دیا جائے تو شدت میں انتہا پیدا ہو جاتی ہے۔ پس خدا تعالیٰ اس شدت کے ساتھ آپ کو مطمئن فرما رہا ہے کہ ہر تمکنت کے نتیجہ میں جس کا تمہارے اعمال صالح سے تعلق ہو گا خدا تعالیٰ ان کو قبول فرما کر تمہیں تمکنت نصیب فرمائے گا جو بھی خوف پیدا ہوں گے ان سے تم نے ہرگز نہیں ڈرنا اور نہ خوف کھانا ہے۔ اگر ایسا کرو گے تو تم مشرک بن جاؤ گے۔

**يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا۔**

ہم تمہیں ایسی جماعت دیکھنا چاہتے ہیں کہ جس میں شرک کا ادنی پہلو بھی نہ ہو۔ تم اعمال صالحہ کے ذریعہ ترقی پر ترقی کرتے چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ان اعمال صالح کو قبول فرمائے اور اتنے زیادہ نتیجے پیدا فرمائے کہ اعمال

صالحہ کے ساتھ بظاہر ان نتائج کو کوئی نسبت نہ رہے اور یوں محسوس ہونے لگے کہ تمکنت خالصۃً اللہ ہی کی طرف سے آئی تھی ہمارے اعمال صالح کا اس میں کوئی بھی دخل نہیں ہے۔ یہ مکمل نقشہ بن جاتا ہے۔تم اعمال کرو گے لیکن اعمال صالحہ کو براہ راست تمکنت کا پھل نہیں لگے گا بلکہ اعمال صالحہ کو قبول فرما کر اللہ تعالیٰ تم پر اتنے فضل نازل فرمائے گا کہ پھر تمہیں جو تمکنت عطا ہو گی وہ خدا کی طرف سے آئے گی اور تمکنت جب خدا بھیجے گا تو دنیا میں حسد کی ایک آگ لگ جائے گی ۔تمہاری ترقیات لوگوں کو ہضم نہیں ہوں گی۔ وہ بے قرار اور بے چین ہو جائیں گے۔ وہ تم سے خطرہ محسوس کرنے لگیں گے اور اس کے نتیجہ میں وہ تمہاری مخالفت کریں گے اور تمہارے لئے خطرات پیدا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان خطرات سے نکالنا یہ ہمارا ذمہ ہے ہم اتنا وعدہ کرتے ہیں جتنا شدت اور روز مرہ کے لحاظ سے ممکن ہے۔تم ہمارے وعدہ پر یقین رکھو۔ یہ مختلف قسم کے خوف تمہاری تمکنت کی حالت کو کسی قیمت پر بدل نہیں سکیں گے۔ خدا کیطرف سے لازماً ہر خوف کی حالت کو ناکام بنا دیا جائے گا اور اسی خوف سے ایک نیا امن تمہیں نصیب ہو گا یعنی تمکنت کا مضمون لفظ امن کے ساتھ دوبارہ داخل کر دیا ہے ۔ یعنی خوف کے نتیجہ میں بھی ترقی ہی نصیب ہو گی مخالفانہ کوششوں کے نتیجہ میں بھی تمکنت ہی نصیب ہو گی کیونکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے تمکنت کا عربی لغت میں ایک معنی امن کی حالت کا بھی ہے۔ پس اللہ کی طرف سے ایک امن کی حالت تمہیں نصیب ہو گی جسے لوگ بدلنے کی کوشش کریں اور اگر تم نہیں ڈرو گے اور خدا پر توکل رکھو گے اور تمہاری آگے بڑھنے کی رفتار میں خوف کی وجہ سے کمی نہیں آئے گی ( یہ ساری باتیں اس کے مفہوم میں شامل ہیں ) تو پھر اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتا ہے کہ اسی خوف میں سے بھی خدا تعالیٰ امن کے حالات پیدا کر دے گا اور تمہارے لئے نئی تمکنت کے حالات پیدا کر گے گا ۔ مگر یادرکھو اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے

**يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا**

تم نے میرے سوا ہرگز کسی کی عبادت نہیں کرنی۔ کسی بندہ پر انحصار نہیں کرنا۔ کسی اور کو اپنا رب نہیں بنانا اور خالصۃً میرے لئے ہو رہنا ہے ۔ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا اور غیر کے خوف کو دل سے کلیۃً نکال ڈالنا ہے ورنہ تم خدا کے نزدیک مشرک شمار کئے جاؤ گے۔ جب یہ سب کچھ ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس تقدیر الٰہی کو دیکھنے کے باوجود یعنی باوجود اس کے کہ ہزارہا ایسے واقعات رونما ہو چکے ہوں گے اور جو الٰہی سلسلہ کی تاریخ سے وابستہ ہوں گے وہ سلسلہ جو من حیث الجماعۃ خلیفہ ہے اور جس کا ارتکاز ہو گیا ہے ایک خلیفہ کی شکل میں اور اس کی بیعت کر کے وہ مرتکز ہو گئے ہیں طاقت کے لحاظ سے ایک مقام پر ان لوگوں کے اوپر بارہا دنیا دیکھ چکی ہے کہ ایسے حالات آئے لیکن ہر دفعہ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو پورا فرمایا۔ ہر دفعہ تمکنت کو بڑھایا۔ ہر دفعہ خوف کو بدلا اور خوف میں سے تمکنت کے سامان پیدا فرمائے۔ یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد اگر پھر بھی تم نے انکار کیا تو یہ تو پھر بڑی ناشکری کا مترادف ہو گا۔

مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ کے دو معنے ہیں ایک یہ کہ الٰہی فضلوں کے بعد بھی تم میں کسی نے اگر انکار کیا اور محروم رہ گیا۔ دوسرے معنے ہیں اگر تم نے ان فضلوں کی ناشکری کی اور خدا تعالیٰ کے ان فضلوں کے نتیجہ میں پہلے سے زیادہ تسبیح وتحمید میں مصروف نہ ہوئے اور اس کی حمد کے گیت نہ گائے تو پھر یہ خدا کے نزدیک فسق ہے اس لئے جماعت پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ کسی شکل میں بھی ناشکری نہ کریں خدا تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھیں تو اس کے شکر اور حمد کے گیت گاتے ہوئے اس کثرت کے ساتھ اس کے حضور سربسجود ہوں کہ اس کے

نتیجہ میں آپ کے لئے پھر تمکنت کا ایک نیا دور شروع ہو جائے۔
یہ وہ لا متناہی ترقی کا سلسلہ ہے جس کو قرآنی اصطلاح میں خلافت کہا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ حسین اور کامل نظام سوچا ہی نہیں جا سکتا یہ ایک جاری سلسلہ ہے جس میں ایک کے بعد دوسرا۔ دوسرے کے بعد تیسرا نمائندہ آپ کو عطا ہوتا ہے اور اس کی ذات کے ارد گرد اکٹھے رہنے کے نتیجہ میں آپ خلیفہ ہیں۔ اگر اس کی ذات سے الگ ہوتے ہیں تو آپ خلیفہ نہیں رہتے۔ یہ ایک اور پہلو ہے جس کی طرف آپ کو متوجہ رہنا چاہیے کہ من حیث الجماعت خلافت اس وقت تک ہے جب تک یہ خلافت مرتکز ہے ایک خلیفہ کے وجود میں اور یہ وجود وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ اپنے تصرف کے تابع آپ کا نمائندہ بنا دیتا ہے یا اپنا نمائندہ بنا دیتا ہے ۔ دونوں صورتیں ہیں۔ لیکن جو شخص اس سے الگ ہو جاتا ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ جو اس سلسلہ خلافت سے پھر الگ ہوتا ہے وہ گویا اس کا انکار کرتا ہے جس نے اس کو خلیفہ بنایا ہوتا ہے فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۔ مختلف علما کی طرف سے فسق کے مختلف معنے کئے گئے ہیں۔ فسق کا ایک مطلب یہ ہے کہ وہ کافر ہو گیا یعنی خدا کے نزدیک اس نے انکار کر دیا اس کا دین سے کوئی تعلق نہ رہا اس کا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ تو مراد یہ ہے کہ اگر تم فسق کرو گے۔ اگر تم خلافت کا کفر کرو گے تو وہ فسق پر منتج ہو جائے گا اور تمہارا اسلام سے کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا۔ فسق کا ایک اور معنی یہ بھی ہے کہ تمہارا امن اٹھ جائے گا کیونکہ جب عرب کسی کھجور کے متعلق محاورۃً کہتے ہیں کہ فلا ں کھجور فاسق ہو گئی تو مراد یہ ہوتی ہے کہ اس کا گودا اپنے خول کو توڑ کر اس کا کچھ حصہ کیڑوں اور دوسری چیزوں کا شکار ہونے کے لئے باہر آ گیا۔ وہ حفاظت جو خول کے اندر اس کو ملی ہوئی تھی اس حفاظت سے اس کا کچھ حصہ باہر آ گیا۔ پس یہاں فسق کے معنے یہ ہوں گے کہ اگر تم نے خلافت کی ناشکری کی تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ نظام خلافت کے اندر جو امن تمہیں نصیب ہے وہ اٹھ جائے گا اور تم جُنّہ کے پیچھے نہیں لڑ رہے ہو گے۔ بلکہ تمہارے بعض اعضا اور بعض حصے اس حفاظت کی ڈھال سے آگے نکل کر دشمن کی زد میں آ جائیں گے ۔ پس یہ مضمون بھی چونکہ consistent چل رہا ہے اس لئے اس کا مطلب یہی ہے کہ تم اپنا امن کھودوگے۔ تم خلافت کی جس حد تک بھی ناشکری کرو گے۔ جس حد تک اس کے دائرہ سے باہر نکلو گے اس حد تک تم دنیا کے عذابوں کے شکار ہونے کے لئے اپنے آپ کو پیش کر رہے ہو گے۔ اس لئے خلافت کے ساتھ چمٹے رہنا ہے کسی طرح اور کسی حالت میں بھی اس سے باہر نہیں نکلنا۔ یہ ہے ایک پہلو اور ایک مضمون آیت استخلاف کا جس کی طرف آج میں نے احباب کو توجہ دلانا ضروری سمجھا۔
اس کے کچھ نتائج نکلتے ہیں۔ کچھ ذمہ داریاں ہم پر عاید ہوتی ہیں ۔ دین کے لئے تمکنت کی جو کوشش ہے جس کے نتیجہ میں دشمن کو تکلیف پہنچی ہے وہ کوشش آپ نے کرنی ہے اور وہ تکلیف اب لوگوں کو ہو رہی ہے مثلاً دعوت الیٰ اللہ کا پروگرام ہے اس کے نتیجہ میں اس وقت دنیا میں بہت شدید ردّ عمل ہوا ہے۔ بعض کمزور لوگ شاید خوف محسوس کر رہے ہوں اور وہ سمجھیں کہ ہم دعوت الیٰ اللہ کے پروگرام میں بہت ہی زیادہ تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں اس کے نتیجہ میں کہیں یہ نہ ہو جائے اور کہیں وہ نہ ہو جائے۔ دشمن بیزار ہو رہا ہے دشمن کی توجہ ہماری طرف ہو رہی ہے ۔ وہ نئے نئے منصوبے بنا رہا ہے ۔ لیکن میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس آیت کے مضمون میں یہ بات اچھی طرح کھول دی گئی ہے کہ اگر اس کوشش کے نتیجہ میں جو اعمال صالحہ کے ذریعہ کی جاتی ہے تم آگے بڑھنے لگو۔ نئے نئے لوگ تمہارے اندر داخل ہونے شروع ہو جائیں۔ نئی نئی قومیں تمہارے اندر داخل ہو نے لگیں یعنی تمہیں غلبہ نصیب ہونا شروع ہو جائے۔ کیونکہ اس آیت میں ایک معنی

غلبہ کا ہے۔ چنانچہ اب دشمن بڑی شدت کے ساتھ مشتعل ہو چکا ہے اور وہ ہمارے مٹانے کے منصوبے بنا رہا ہے اس لئے اگر کوئی یہ کہے کہ ہمیں ذرا دھیما ہو جانا چاہیے۔ہمیں اپنی کوششوں کو کچھ سست کر دینا چاہیے تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ فرماتاہے کہ اگرتم نے یہ بات سوچی تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔تمہارا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہے گا۔تم وہ امت واحدہ نہیں رہو گے جو توحید کے نتیجہ میں وجود میں آتی ہے ۔
پس میں جماعت کو اچھی طرح متنبہ کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات گزری ہو کہ تبلیغ کے نتیجہ میں خطرات پیدا ہو رہے ہیں اس لئے ہمیں تبلیغ میں کمی پیدا کر دینی چاہئے تو یہ مشرکانہ خیال ہے اس کو دل سے نکال دیں ورنہ اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہے گا وہ شجر توحید سے کاٹا جائے گا جو یہ خوف اپنے دل میں پیدا کرتا ہے۔ یاد رکھیں صرف اللہ پر ہمارا توکل ہے اور وہ ہمارے لئے کافی ہے۔ وہ ہمیشہ ہمارے لئے کافی رہا ہے اور کبھی بھی اس نے ہمیں خوف کی حالت میں اکیلے نہیں چھوڑا ۔ وہ سب وفاؤں سے بڑھ کر وفا دار خدا ہے۔ ہم نے اس سے بے وفائی نہیں کرنی۔ ایک ایک بچے کے لئے بھی اگر کاٹے جانیکا خوف ہمارے سامنے ظاہر ہو جائے اور ہر طرف سے بھیانک شکلیں ہمیں ڈرانے کے لئے ابھر آئیں اور بظاہر ہر طرف اندھیرے پھیل جائیں تب بھی ہم نے ثبات قدم دکھانا ہے۔ ایک قدم پیچھے نہیں ہٹنا۔ ایک قدم رکنا نہیں بلکہ پہلے سے زیادہ بڑھ کر اللہ پر توکل کرتے ہوئے ہر میدان میں آگے بڑھنا ہے۔
یہ عہد کر کے آج آپ نے واپس جانا ہے اور اس روح کو جماعتوں میں پھیلانا ہے اور اس روح کے مبلغ بن جانا ہے کیونکہ خلافت کا یہ خلاصہ ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔
دوسرا پہلو ہے چندوں میں اضافہ یہ بھی تکلیف کا موجب بن رہا ہے یعنی اَنْفُسُ میں خدا کی طرف سے جو تمکین نصیب ہو رہی ہے اور برکت مل رہی ہے اس کے نتیجہ میں بھی حسد کی ایک آگ لگ گئی ہے اور وہ کہتے ہیں یہ کیوں بڑھ رہے ہیں اور آپ کیوں زیادہ مالی قربانی کر رہے ہیں۔ مالی قربانی میں اضافہ کے نتیجہ میں بھی حسد کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ بھئی چندہ ہم دیتے ہیں۔ ہم اپنی جائز کمائی میں سے خدا کے حضور ادا کرتے ہیں اس میں آپ کو تکلیف کیاہے۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ جماعت چندے اکٹھے کر رہی ہے تو یہ تو ایک کھلی دوڑ ہے۔ قرآن کریم نے جو دوڑ بتائی ہے وہ تو نیکیوں کی دوڑ ہے تم بھی اس میں آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔تمہیں ہمارے چندے سے کیا تکلیف ہے۔عقلی نتیجہ تو یہی نکلتا ہے کہ نہیں ہونی چاہئے بلکہ ان کو تو خوش ہونا چاہیے بڑے بیوقوف لوگ ہیں۔ اپنے اموال محنت سے کماتے ہیں لیکن ان کے نزدیک جو غلط مقصد ہے اس میں ضائع کر رہے ہیں۔ اگر وہ واقعۃً یہ سمجھتے ہیں کہ اموال ضائع ہو رہے ہیں تو ان کو تواس پر بڑی خوشی ہونی چاہیے کہ لو جی اور زیادہ بیوقوف ہو گئے اب پہلے سے بھی زیادہ بڑھ کر بیوقوف ہو گئے۔ پہلے تھوڑا چندہ دیا کرتے تھے اب زیادہ چندہ جھونک رہے اس مقصد کیلئے جسے وہ احمقانہ مقصد سمجھتے ہیں۔لیکن ان کا دل کچھ اور گواہی دے رہا ہے ان کا دل بتا رہا ہے کہ یہ ایک با مقصد جماعت ہے ان کا ہر روپیہ ایک اعلیٰ مقصد کیلئے استعمال ہو رہا ہے جو ان کے لئے مزید تمکنت کے سامان پیدا کر رہا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے جو نتیجہ نکالا وہ کتنا درست ہے۔ اور اسی طرح اس آیت کی ترتیب ہونی چاہیے کہ تمہارے اعمال صالح کو خدا قبول فرمائے گا اور تمہاری جانوں میں بھی برکت دے گا اور تمہارے اموال میں بھی برکت دے گا اور ہر برکت کے نتیجہ میں تمہیں خوف کے حالات پیدا ہوتے دکھائی دیں گے لیکن خدا فرماتا ہے کہ اس وقت ہم تمہیں یہ نصیحت کرتے ہیں کہ تم نے شرک بالکل نہیں کرنا۔ ہم پر توکل رکھنا ہے صرف ہماری عبادت کرنی ہے پھر دیکھنا کہ خدا کس طرح تمہارے ہر خوف کو امن میں تبدیل کرتا چلا جائے گا۔ پس چندوں کے نظام میں بھی خدا تعالیٰ نے جو برکت عطا فرمائی

ہے۔ اس میں بھی آپ نے آگے ہی آگے بڑھنا ہے اور آگے بڑھنے کے لئے جو ذرائع آپ کے سامنے آج یا کل یا پرسوں رکھے گئے ان کو واپس جانے کے بعد عمل کی دنیا میں ڈھالیں اور کوشش کریں کہ مجوزہ طریقوں پر عمل کر کے بجٹ کو پہلے سے بہت زیادہ بڑھا دیں..............................

اب ہم دعا کے بعد رخصت ہوں گے۔ دعا کے سلسلہ میں ایک بات یہ ہے کہ کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے اور درود پڑھنے کی طرف جماعت کو توجہ دلائیں اور اس کی باقاعدہ ایک مہم چلائی جائے خصوصیت کے ساتھ جن تاریخوں میں جمات کو الٹی میٹم دیا گیا ہے ان تاریخوں سے پہلے غیر معمولی پروگرام بنایا جائے تہجد کی نمازوں کا بھی اور سارے سارے دن دعائیں کرنے کا بھی۔ دعا کا طریقہ یہ ہو گا کہ سب سے پہلے حمد باری تعالیٰ یعنی تسبیح وتحمید کی جائے اور دل کو خوب خدا کی یاد میں غرق کر کے اس کے پیار اس کے حسن اور اس کی اعلیٰ ذات و صفات کا تصور باندھ کر دعا کی جائے تب حمد باری دل سے جاری ہو گی اس کے بعد بڑے درد اور گہرے جذبہ عشق اور محبت کے ساتھ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درود بھیجے جائیں اور پھر بڑے درد مند دل کے ساتھ یہ دعا کی جائے کہ اے اللہ ہماری تو ساری کائنات اور سارا وجود تو ہے یا تیرا محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔ ہمیں اس سے کاٹنے کی کوشش کی جار ہی ہے ہم نہیں کٹ سکتے۔ ہم اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے اس لئے اے خدا پنے فضل سے ایسے سامان پیدا فرما کہ یہ جو کاٹنے والے ہیں یہ ہمارے اندر شامل ہو کر اس لذت کو پا جائیں جو حقیقی وصال کی لذت ہے وہ ہمیں کاٹنے میں کلیۃً ناکام رہیں اور خود جماعت میں داخل ہو ہو کر اس زندہ خدا سے تعلق جوڑ لیں۔ جس کو ہم نے دیکھا ہے ایک محسن خدا کے طور پراور اس زندہ رسول سے تعلق جوڑ لیں جس کو ہم نے ایک زندہ رسول کے طور پر دیکھا ہے ۔ اور جو بنی نوع انسان میں ہمارے لئے محبوب ترین وجود ہے اور جس کے لئے ہم ہر قربانی کے لئے تیار ہیں۔ یہ دعا کریں۔

اور پھر وہ مسنون دعا بھی کریں **اللھم ان نجعلک فی نحور ھم و نعوذبک من شرورھم۔**

دیہاتی جماعتوں کو بھی یہ دعا اور اس کا ترجمہ سکھائیں اور باقاعدہ کثرت سے یہ دعائیں کرتے رہیں۔ یہ وہ دعائیں ہیں جنہوں نے اس سے پہلے بڑے بڑے دعوے کرنے والوں کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔ان کے پاؤں تلے سے زمینیں نکال دی تھیں۔ بڑی بڑی طاقتوں کو اس طرح مٹا دیا کہ ان کا کوئی وجود باقی نہ چھوڑا اور جماعت کو ایک نئی سے نئی تمکنت عطا ہوتی رہی۔ اس لئے ان آزمودہ دعاؤں پر بہت زور دیں اور پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ کس طرح فضل فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آپ کو خیر و عافیت کے ساتھ خوشی کے ساتھ اور اپنی حفاظت میں واپس لے کر جائے اور آپ واپس جا کر جماعت میں ایک نئی زندگی کی لہر دوڑانے کا موجب بنیں اور اس کے نتیجہ میں ہم اللہ تعالیٰ کے نئے سے نئے فضلوں کو ہمیشہ اپنے اوپر نازل ہوتا دیکھیں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آیئے اب دعا کر لیتے ہیں۔

یہ بابرکت مجلس مشاورت نہایت ہی تضرع اور ابتہال میں ڈوبی ہوئی پرسوز اجتمائی دعا پر ختم ہوئی۔

مرتبہ : یوسف سلیم ملک صاحب ایم ۔اے
انچارج صیغہ زود نویسی

## خلافت راشدہ حقہ اسلامیہ کا ہر دو طرح سے استحکام:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلافت راشدہ حقہ اسلامیہ نے کس طرح استحکام پکڑا اور اللہ تعالیٰ نے قدم قدم پر ثابت کر دیا کہ خلافت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے اور خلافت کی مضبوطی کو کوئی توڑ نہیں سکتا اور وقتی طوفان اور مصائب اسلام اور خلافت راشدہ کی راہ میں روک نہیں بن سکتے۔ چنانچہ خلافت راشدہ اولیٰ اور ثانیہ ہر دو ادوار میں اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت فرما دیا کہ یہی خلافت حقہ اسلامیہ ہے۔ آیئے تاریخ کے آئینہ میں دیکھتے ہیں کہ اسلام کی اشاعت اور دشمنان دین کا انجام خلافت کی سچائی پر کس طرح مہر تصدیق ثبت کرتا ہے اور روز روشن کی طرح یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں خلافت کے ذریعے دین کو استحکام عطا فرمایا اور اسی طرح نظام خلافت استحکام پذیر ہوا۔ سب سے پہلے ہم ترتیب وار اشاعت اسلام کا جائزہ لیتے ہیں:

## اشاعت اسلام اور استحکام خلافت:

### 1) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اشاعت اسلام:

سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین کے عہد میں جس قدر لڑائیاں پیش آئیں وہ سب للّٰہیت پراور اعلائے کلمۃ اللہ پر مبنی تھیں اس لیے ہمیشہ کوشش کی گئی کہ اس مقصد عظیم کے لئے جو فوج تیار ہو وہ اخلاق و رفعت میں تمام دنیا کی فوجوں سے ممتاز ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی فوجی تربیت میں اس نکتہ کو ہمیشہ ملحوظ رکھا اور جب کبھی فوج کسی مہم پر روانہ ہوتی تو خود دُور تک پیادہ ساتھ گئے اور امیر عسکر کو زریں نصائح کے بعد رخصت فرمایا۔ چنانچہ ملک شام پر فوج کشی ہوئی تو سپہ سالار سے فرمایا:۔

**اِنَّکَ تَجِدُ قَوْمًازَعَمُوْا اَنَّھُمْ جَلَسُوْا اَنْفُسَھُمْ لِلّٰہِ فَذَرْھُمْ وَاِنِّیْ مُوْصِیْکَ لَا تَقْتُلُوْا اِمْرَأَۃً وَلَا صَبِیًّا وَلَا کَبِیْرَ ھر مَاوَلَاتَقَتَّطعن شَجَرًامُثْمَرًا وَلَا تَخْرَبْنَ عَامِرًا وَلَا تَعْقَرْنَ شَاۃًوَلَابَعِیْرًا لَا لِاَکْلِہٖ وَلَا تَحْرَقُنَ نَخْلًا وَلَا تَغْلُلْنَ وَلَا تَجْبُنَنَ۔**

''تم ایک ایسی قوم کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے آپ کو خدا کی عبادت کے لئے وقف کر دیا ہے ان کو چھوڑ دینا میں تم کو دس وصیتیں کر تاہوں، کسی عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا، پھلدار درخت کو نہ کاٹنا، کسی آباد جگہ کو ویران نہ کرنا، بکر ی اور اونٹ کو کھانے کے سوا بیکار ذبح نہ کرنا، نخلستان نہ جلانا، مال غنیمت میں غبن نہ کرنا اور نہ بزدل نہ ہو جانا۔''

(سیر الصحابہ جلد 1 ۔صفحہ 66)

تاریخ الخلفا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''اسلام کی اشاعت میں بہت بڑا کام حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قرآن کریم کا تحریری

صورت میں جمع ہونا تھا چنانچہ اس سلسلہ میں بخاری میں بروایت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت بیان کیا گیا ہے کہ جنگ مسیلمہ کذاب کے بعدایک روز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے (یعنی زید بن ثابت کو) یاد فرمایا۔ میں جس وقت میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو وہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے کہتے ہیں کہ ''جنگ یمامہ میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے ہیں، مجھے خوف ہے کہ اگراسی طرح مسلمان شہید ہوتے رہے تو حافظوں کے ساتھ ساتھ قرآن شریف بھی نہ اٹھ جائے (کیونکہ وہ اب تک لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہے) لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کو بھی جمع کر لیا جائے۔''

میں نے ان سے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ بھلامیں اس کام کو کس طرح کر سکتا ہوں جسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں نہیں کیا؟ تو اس پر انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ واللہ! یہ نیک کام ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس وقت سے اب تک ان کا اصرار جاری ہے یہاں تک کہ اس معاملہ میں مجھے شرح صدر (القا) ہوا اور میں سمجھ گیا کہ اس کی بڑی اہمیت ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت کہتے ہیں کہ یہ تمام باتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموشی سے سن رہے تھے، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا اے زید! تم جوان اور دانشمند آدمی ہو اور تم کسی بات میں اب تک متہم بھی نہیں ہوئے ہو (تم ثقہ ہو) علاوہ ازیں تم کاتب وحی (رسول اللہ) بھی رہ چکے ہو۔ لہٰذا تم تلاش و جستجو سے قرآن شریف کو ایک جگہ جمع کر دو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ بہت ہی عظیم کام تھا، مجھ پر بہت ہی شاق تھا، اگر خلیفۂ رسول مجھے پہاڑ اُٹھانے کا حکم دیتے تو میں اس کو بھی اس کام سے ہلکا سمجھتا۔ لہٰذا میں نے عرض کیا کہ آپ دونوں حضرات (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) وہ کام کس طرح کریں گے جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میرا یہ جواب سن کر یہی فرمایا: اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ زید کہتے ہیں مگر مجھے پھر بھی تأمل رہا (میں خود کو ایک عظیم کام کے انجام دینے کا اہل نہیں سمجھتا ہوں) اور میں نے اس پر اصرار کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی کھول دیا (شرح صدر فرمایا) اور اس امرعظیم کی اہمیت مجھ پر بھی واضح ہوگئی۔ پھر میں نے تفحص اور تلاش کا کام جاری کیا اور کاغذ کے پرزوں، اُونٹ اور بکریوں کی شانوں کی ہڈیوں اور درختوں کے پتوں کو جن پر آیات قرآنی تحریر تھیں یکجا کیا اور پھر لوگوں کے حفظ کی مدد سے قرآن شریف کو جمع کیاسورۃ توبہ کی دو آیتیں: لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ ....... الخ مجھے حزیمہ رضی اللہ عنہ بن ثابت کے سوا کہیں اَور سے نہیں مل سکیں اس طرح میں نے قرآن پاک جمع کر کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات تک ان کے پاس رہا۔''

(تاریخ الخلفاء۔صفحہ213 و 214)

## 2) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اشاعت اسلام:

مولانا شبلی نعمانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اشاعت اسلام کے یہ معنی ہیں کہ تمام دنیا کو اسلام کی دعوت دی جائے اور لوگوں کو اسلام کے اصول اور مسائل سمجھا کر اسلام کی طرف راغب کیا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس ملک میں فوجیں بھیجتے تھے تاکید کرتے تھے کہ پہلے ان لوگوں کواسلام کی ترغیب دلائی جائے اور اسلام کے اصول سمجھائے جائیں۔ چنانچہ فاتح ایران سعد بن ابی وقاص کو جو خط لکھا اس میں یہ الفاظ تھے: وَقَدْ كُنْتُ اَمَرْتُکَ اَنْ تَدْعُوا مَنْ لَقِيْتَهٗ اِلٰى الْاِسْلَامِ قَبْلَ الْقِتَالِ قاضی ابویوسف صاحب نے لکھا ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب ان کے پاس کوئی فوج مہیا ہوتی تھی تو ان پر ایسا افسر مقرر کرتے تھے جو صاحب علم اور صاحب فقہ ہوتا تھا یہ ظاہر ہے کہ فوجی افسروں کے لیے علم وفقہ کی ضرورت اسی تبلیغ اسلام کی ضرورت سے تھی۔ شام و عراق کی فتوحات میں تم نے پڑھا ہو گا کہ ایرانیوں اور عیسائیوں کے پاس جو اسلامی سفارتیں گئیں انہوں نے کس خوبی اور صفائی سے اسلام کے اصول و عقائد ان کے سامنے بیان کئے۔

اشاعت اسلام کی بڑی تدبیر یہ ہے کہ غیر قوموں کو اسلام کا جو نمونہ دکھلایا جائے وہ ایسا ہو کہ خود بخود لوگوں کے دل اسلام کی طرف کھنچ آئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں نہایت کثرت سے اسلام پھیلا اور اس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے اپنی تربیت اور ارشاد سے تمام مسلمانوں کو اسلام کا اصلی نمونہ بنا دیا تھا۔ اسلامی فوجیں جس ملک میں جاتی تھیں لوگوں کو خواہ مخواہ ان کے دیکھنے کا شوق پیدا ہوتا تھا کیونکہ چند بادیہ نشینوں کا دنیا کی تسخیر کو اُٹھنا حیرت اوراستعجاب سے خالی نہ تھا اس طرح جب لوگوں کو ان کے دیکھنے اور ان سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوتا تھا تو ایک ایک مسلمان سچائی سادگی اور پاکیزگی جوش اور اخلاص کی تصویر نظر آتا تھا۔ یہ چیزیں خود بخود لوگوں کے دل کھینچتی تھیں اور اسلام ان میں گھر کر جاتا تھا۔''

(الفاروق ۔صفحہ 353 و 354۔مصنفہ: علامہ شبلی نعمانی)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں ہونے والی اشاعت اسلام کے بارے میں سیر الصحابہ میں لکھا ہے کہ:

''قرآن مجید جو اساسِ اسلام ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اصرار سے کتابی صورت میں عہد صدیقی میں مرتب کیا گیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے عہد میں اس کے درس و تدریس کا رواج دیا،معلمین اور حفاظ اور مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں، حضرت عبادہ بن الصامت، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو الدردا رضی اللہ عنہم کو جو حفاظ قرآن اور صحابہ کبار میں سے تھے، قرآن مجید کی تعلیم دینے کے لئے ملک شام میں روانہ کیا، قرآن مجید کو صحت کے ساتھ پڑھنے اور پڑھانے کے لیے تاکیدی احکام روانہ کئے۔ ابن الانباری کی روایت کے مطابق ایک حکم نامہ کے الفاظ یہ ہیں: تَعَلَّمُوْا اَعْرَابَ الْقُرْآنَ كَمَا تُعَلِّمُوْنَ حِفْظَهٗ ۔غرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مساعی جمیلہ سے قرآن کی تعلیم ایسی عام ہوگئی تھی کہ ناظرہ خوانوں کا تو شمار ہی نہیں، حافظوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک خط کے جواب میں لکھا تھا کہ صرف میری فوج میں تین سو حافظ ہیں۔''

(سیرا لصحابہ جلد 1 ۔صفحہ 147)

## 3) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں اشاعت اسلام:

اشاعت اسلام کے حوالے سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کوششوں کے بارے میں سیرالصحابہ میں لکھا ہے کہ:

''مذہبی خدمات کے سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سب سے زیادہ روشن کارنامہ قرآن مجید کو اختلاف و تحریف سے محفوظ کرنا اور اس کی عام اشاعت ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ آرمینیہ اور آذر بائیجان کی مہم میں

شام، مصر، عراق وغیرہ مختلف ملکوں کی فوجیں مجتمع تھیں جن میں زیادہ تر نومسلم اور عجمی النسل تھے جن کی مادری زبان عربی نہ تھی، حضرت حذیفہ بنؓ یمان بھی شریکِ جہاد تھے انہوں نے دیکھا کہ اختلافِ قرأت کا یہ حال ہے کہ اہل شام کی قرأت، اہل عراق سے بالکل جداگانہ ہے اسی طرح اہل بصرہ کی قرأت اہل کوفہ سے مختلف ہے اور ہر ایک اپنے ملک کی قرأت صحیح اور دوسرے کی غلط سمجھتا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اس اختلاف سے اس قدر خلجان ہوا کہ جہاد سے واپس ہوئے تو سیدھے بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوئے اور مفصل واقعات عرض کر کے کہا: ''امیر المومنین! اگر جلد اس کی اصلاح کی فکر نہ ہوئی تو مسلمان عیسائیوں اور رُومیوں کی طرح خدا کی کتاب میں شدید اختلاف پیدا کر لیں گے۔'' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے توجہ دلانے پرحضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی خیال ہوا اور انہوں نے اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے عہد صدیقی کا مرتب و مدون کیا ہوا نسخہ لے کر حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور سعید رضی اللہ عنہ بن العاص سے اس کی نقلیں کرا کے تمام ملک میں اس کی اشاعت کی اور ان تمام مختلف مصاحف کو جنہیں لوگوں نے بطورِ خود مختلف املاؤں سے لکھا تھا، صفحۂ ہستی سے معدوم کر دیا۔''

(سیر الصحابہ جلد 1 ۔صفحہ 231تا232)

### 4) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں اشاعت اسلام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بہت سی خدمات انجام دیں۔ چنانچہ سیر الصحابہ میں لکھا ہے کہ:

''امام وقت کا سب سے اہم فرض مذہب کی اشاعت، تبلیغ اور خود مسلمانوں کو مذہبی تعلیم وتلقین ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ عہد نبوت ہی سے ان خدمات میں ممتاز تھے۔ چنانچہ یمن میں اسلام کی روشنی ان ہی کی کوشش سے پھیلی تھی۔ سورۂ برأۃ ( التوبۃ ) نازل ہوئی تو اس کی تبلیغ و اشاعت کی خدمت بھی ان کے سپرد ہوئی۔

مسندِ خلافت پر قدم رکھنے کے بعد سے آخر وقت تک گو خانہ جنگیوں نے فرصت نہ دی تا ہم اس فرض سے بالکل غافل نہ تھے۔ ایران اور آرمینیہ میں بعض مسلم عیسائی مرتد ہو گئے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہایت سختی کے ساتھ ان کی سرکوبی کی اور ان میں سے اکثر تائب ہو کر پھر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی اخلاقی نگرانی کا بھی نہایت سختی کے ساتھ خیال رکھا۔ مجرموں کو عبرت انگیز سزائیں دیں۔''

(سیرالصحابہؓ۔ جلد 1 صفحہ306تا307)

## حفاظت منصب خلافت:

مقام خلافت کی حفاظت کرنا بھی استحکام خلافت کیلئے ضروری امر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے برگزیدوں کو مسند خلافت پر متمکن کیا گیا جنہوں نے اپنی جان، مال، عزت و آبرو کی پروا کئے بغیر مقام و منصب خلافت کی حفاظت فرمائی جس سے خلافت کو استحکام نصیب ہوا۔

### 1) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حفاظت منصب خلافت:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں سیر الصحابہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے واقعات کے

بیان میں لکھا ہے کہ:

'' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر مشہور ہوتے ہی منافقین کی سازش سے مدینہ میں خلافت کا فتنہ کھڑا ہوا اور انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں مجتمع ہوکر خلافت کی بحث چھیڑ دی۔ مہاجرین کو خبر ہوئی تو وہ بھی مجتمع ہوئے اور معاملہ اس حد تک پہنچ گیا کہ اگر حضرت ابو بکرصدیق رضی اللہ عنہ اورحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وقت پر اطلاع نہ ہو جاتی تو مہاجرین اور انصار جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھا ئی بھائی کی طرح رہتے تھے باہم دست و گریبان ہو جاتے اور اس طرح اسلام کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہو جاتا لیکن خدا کو تو حید کی روشنی سے تمام عالم کو منور کر نا تھا اس لیے آسمانِ اسلام پر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما جیسے مہر و ماہ پیدا کر دیئے تھے جنہوں نے اپنی عقل و سیاست کی روشنی سے اُفق اسلام کی ظلمت اور تاریکیوں کو کا فور کر دیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لئے ہوئے سقیفہ بنی ساعدہ پہنچے۔ انصار نے دعویٰ کیا کہ ایک امیر ہمارا ہو اور ایک تمہارا۔ ظاہر ہے کہ اس دوعملی کا نتیجہ کیا ہوتا؟ ممکن تھا کہ مسندِ خلافت مستقل طور پر انصار کے سپرد کر دی جاتی لیکن دِقت یہ تھی کہ قبائل عرب خصوصاً قریش ان کے سامنے گردنِ اطاعت خم نہیں کر سکتے تھے۔ پھر انصارمیں بھی دو گروہ تھے: اوس اور خزرج اور ان میں باہم اتفاق نہ تھا۔ غرض ان دِقتوں کو پیش نظر رکھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: '' اُمرا ہماری جماعت سے ہوں اور وُزرا تمہاری جماعت میں سے'' اس پر حضرت خباب رضی اللہ عنہ بن المنذر انصاری بول اٹھے، نہیں! خدا کی قسم نہیں! ایک امیر ہمارا ہو اور ایک تمہارا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ جوش و خروش دیکھا تو نرمی و آشتی کے ساتھ انصار کے فضائل و محاسن کا اعتراف کر کے فرمایا:

''صاحبو ! مجھے آپ کے محاسن کا انکارنہیں لیکن درحقیقت تمام عرب قریش کے سوا کسی کی حکومت تسلیم ہی نہیں کر سکتا پھر مہاجرین اپنے تقدم اسلام اوررسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاندانی تعلقات کے باعث نسبتاً آپ سے زیادہ استحقاق رکھتے ہیں۔ یہ دیکھو ابو عبیدہ (رضی اللہ عنہ) بن الجراح اور عمر (رضی اللہ عنہ)بن خطاب موجودہیں ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو۔''

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہنے پیش دستی کر کے خود حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا اور کہا:

''نہیں بلکہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کیونکہ آپ ہمارے سردار اور ہم لوگوں میں سب سے بہتر ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔''

چنانچہ اس مجمع میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی بااثر بزرگ اور معمر نہ تھا اس لئے اس انتخاب کو سب نے زیادہ استحسان کی نظر سے دیکھا اور تمام خلقت بیعت کے لیے ٹو ٹ پڑی اس طرح یہ اٹھتا ہوا طوفان دفعتاً رُک گیا اور لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز وتکفین میں مشغول ہوئے۔''

(سیر الصحابہ جلد 1۔صفحہ 40 تا 41)

## 2) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حفاظت منصب خلافت:

منصب خلافت کی حفاظت کی خاطر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نہایت درجہ حساسیت سے کام لیا۔ چنانچہ اس ضمن

میں محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں:
''بہت ہی قلیل مدت کے سوچ بچار کے بعد فوراً خلافت کو چھ آدمیوں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان، حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کی مجلس مشاورت پر منحصر کر دیا۔ ان حضرات کی خلافت کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول ماثور ہے کہ:
''میں نے ان لوگوں سے زیادہ کسی کو خلافت کا حقدار نہیں پایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تا حینِ حیات ان سے خوش رہے۔ ان میں سے جس کسی کو بھی خلیفہ بنایا جائے وہی میرے بعد خلیفہ ہو گا۔''
اور ان چھ بزرگوں کا نام لینے کے بعد فرمایا:
''اگر خلافت سعد رضی اللہ عنہ کو ملے تو انہیں دے دی جائے کہ میں نے سعد رضی اللہ عنہ کو کسی کمزوری اور خیانت کی بنا پر معزول نہیں کیا تھا بصورت دیگر جس کو بھی اس خدمت کے لئے انتخاب کیا جائے مسلمانوں کو اس کی مدد کرنی چاہیئے۔''
جب لوگوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کا علم ہوا تو وہ مطمئن ہو گئے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا جنہیں خلافت کی مجلس شوریٰ کا کارکن نامزد کیا تھا اور فرمایا:
''علی! میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر خلافت تمہیں مل جائے تو بنو ہاشم کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کر دینا!
عثمان! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تم خلیفہ ہو جاؤ تو بنو ابی معیط کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کر دینا!
سعد! میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر خلافت کا فیصلہ تمہارے حق میں ہو تو اپنے رشتہ داروں کو لوگوں کی گردن پر سوار نہ کر دینا اسی طرح دوسرے ارکان شوریٰ کو بھی قسمیں دلائیں پھر کہا: ''جاؤ، مشورہ کر کے فیصلہ کرو، مسلمانوں کو نماز صہیب رضی اللہ عنہ پڑھائیں گے۔'' پھر ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا جو عرب کے گنے چنے بہادروں میں سے تھے اور ان سے کہا: ''جس گھر میں یہ مشورہ کریں اس کے درردوازے پر کھڑے ہو جانا اور کسی کو گھر میں نہ جانے دینا۔''
دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
''ابو طلحہ! اپنے قبیلے کے پچاس انصاریوں کو لے کر ارکان شوریٰ کے ساتھ رہنا، میرا خیال ہے کہ یہ کسی ایک رُکن کے گھر میں جمع ہوں گے تم اپنے ساتھیوں کو لے کر اس گھر کے دروازے پر کھڑے ہو جانا اور کسی کو گھر میں نہ جانے دینا! ان لوگوں کو تین دن سے زیادہ مہلت دینے کی ضرورت نہیں۔ اس دوران میں انہیں اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لینا چاہئے! یا اللہ! میری طرف سے تو ان کا نگران ہے۔''
(حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۔صفحہ 744 تا745۔مصنفہ:محمد حسین ہیکل)

## 3) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حفاظت منصب خلافت:

تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ:
''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے عثمان(رضی اللہ عنہ)! خداوند تعالیٰ تمہیں ایک قمیص (خلافت) عنایت فرمائے گا جب منافق اس کو اُتارنے کی کوشش کریں تو

تم اس کو مت اُتارنا یہاں تک کہ تم مجھ سے آملو! اسی بنا پر آپ رضی اللہ عنہ نے، جس روز آپ رضی اللہ عنہ محصور ہوئے تھے یہ فرمایا تھا کہ اس کے بارے میں مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا تھا چنانچہ اس پر میں قائم ہوں اور صبر کر رہا ہوں۔''

(تاریخ الخلفاء۔ صفحہ 339۔ترجمہ:۔علامہ شمس بریلوی)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جب فسادیوں نے مدینہ پر قبضہ کر لیا۔ چنانچہ یہ لوگ مسلسل بیس دن تک صرف زبانی طور پر کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلافت سے دست بردار ہو جائیں مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس امر سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ جو قمیص مجھے اللہ تعالیٰ نے پہنائی ہے میں اسے اتار نہیں سکتا اور نہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بے پناہ چھوڑ سکتا ہوں کہ جس کا جی چاہے دوسرے پر ظلم کرے۔ (طبری جلد 8 صفحہ 2990 مطبوعہ بیروت) اور ان لوگوں کو بھی سمجھاتے رہے کہ اس فساد سے باز آجاویں اور فرماتے رہے کہ آج یہ لوگ فساد کرتے ہیں اور میری زندگی سے بیزار ہیں مگر جب میں نہ رہوں گا تو خواہش کریں گے کہ کاش! عثمان (رضی اللہ عنہ) کی عمر کا ایک ایک دن سے بدل جاتا اور وہ ہم سے جلدی رخصت نہ ہوتا کیونکہ میرے بعد سخت خون ریزی ہوگی اور حقوق کا اتلاف ہو گا اور انتظام کچھ کا کچھ بدل جائے گا۔''

(انوار العلوم جلد نمبر 4۔ صفحہ 253)

## 4) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حفاظت منصب خلافت:

منصب خلافت کی حفاظت کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمات نہایت اعلیٰ اور شاندار ہیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب خلیفۃ الرسول منتخب ہوئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا فرمایا:

'' مجھ سے انہی لوگوں نے بیعت کی ہے۔ جنہوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کی تھی۔ لہٰذا نہ تو حاضر کے لیے حق باقی رہ گیا ہے کہ بیعت میں اختیار سے کام لے اور نہ غیر حاضر کو حق ہے کہ بیعت سے رُوگردانی کرے۔ شوریٰ تو صرف مہاجرین و انصار کے لیے ہے اگر انہوں نے کسی آدمی کے انتخاب پر اتفاق کر لیا تو اسے امام قرار دے دیا تو یہ اللہ کی اور پوری اُمت کی رضا مندی کے لیے کافی ہے اگر امت کے اس اتفاق سے کوئی شخص اعتراض یا بدعت کی بنا پر خروج کرتا ہے تو مسلمان اسے حق کی طرف لوٹا دیں گے جس سے وہ خارج ہوا ہے۔ انکار کرے گا تو اس سے جنگ کی جائے گی کیونکہ اس نے مومنوں کی راہ سے کٹ کر الگ راہ اختیار کی ہے اور خدا اس کو اس کی گمراہی کے حوالے کر دے گا اور اے معاویہ! میں بہ قسم کہتا ہوں کہ اگر تو نفس سے ہٹ کر عقل سے کام لے گا تو مجھے عثمانؓ کے خون سے بالکل بری الذمہ پائے گا کہ میرا اس خون سے دور کا بھی لگاؤ نہیں، یہ الگ بات ہے کہ تو اپنے مطلب کے لیے تہمتیں تراشے۔ خیر جو کرنا ہے کر تا رہ!''

(نہج البلاغہ ۔صفحہ 724)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جب فتنہ پڑا تو اہل مصر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بولنے لگے، آپ رضی اللہ عنہ نے سختی سے ان کو دُھتکار دیا اس واقعہ کو یوں بیان کیا جاتا ہے: اہل مصر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ اس وقت مدینہ سے باہر ایک حصہ لشکر کی کمان کر رہے تھے اور ان کا سر کچلنے پر آمادہ کھڑے تھے ان لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر عرض کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بدانتظامی کے باعث اب خلافت کے قابل نہیں۔ ہم ان کو علیحدہ کرنے کے لیے آئے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ ان کے بعد اس عہدہ کو قبول کریں گے۔ انہوں (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے ان کی بات سن کر اس غیرت دینی سے کام لے کر جو آپ رضی اللہ عنہ کے رُتبہ کے آدمی کا حق تھا ان لوگوں کو دھتکار دیا اور بہت سختی سے پیش آئے اور فرمایا کہ: سب نیک لوگ جانتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کے طور پر ذوالمرہ اور ذوخشب (جہاں ان لوگوں کا ڈیرہ تھا) پر ڈیرہ لگانے والے لشکروں کا ذکر فرما کر ان پر لعنت فرمائی تھی۔ (اَلْبِدَایَۃُ وَالنِّھَایَۃُ جز 7۔صفحہ 174 مطبوعہ بیروت 1966ء) پس خدا تمہارا برا کرے تم واپس چلے جاؤ۔ اس پر ان لوگوں نے کہا کہ بہت اچھا ہم واپس چلے جاویں گے اور یہ کہہ کر واپس چلے گئے۔''

(انوارالعلوم جلد نمبر4۔صفحہ 237)

# خلفائے راشدین کے کارہائے نمایاں:

ذیل میں ہم مختصر طور پر نمونۃً خلفائے راشدین کے کارہائے نمایاں درج کئے جاتے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہر خلافت کے انتخاب کے وقت اُس وقت کے موزوں ترین انسان کے بارے میں مؤمنین کے دلوں میں ڈالا اور مؤمنین نے بلا تأمل اس کو منتخب کر لیا اور بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ اس خلیفہ کے انتخاب میں ہی اللہ تعالیٰ کی رضا اور تائید شامل ہے۔

## 1) بطور خلیفۂ راشد اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کارہائے نمایاں:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کارنامے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خلیفۃ الرسولؐ منتخب ہونے کے بعد سب سے اہم کام احکام شریعت کی پابندی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری کردہ احکامات پر عمل درآمد تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مساعی قابل ستائش ہیں۔

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب بعض قبائل عرب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے خلاف جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے اس وقت حالت ایسی نازک تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے انسان نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں سے نرمی کرنی چاہئے مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ابو قحافہ کے بیٹے کی کیا طاقت ہے کہ وہ اس حکم کو منسوخ کر دے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اونٹ کا گھٹنا باندھنے کی ایک رسی بھی زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے تو میں رسی بھی ان سے لے کر رہوں گا اور اس وقت تک دم نہیں لوں گا جب تک وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ) اگر تم اس معاملہ میں میرا ساتھ نہیں دے سکتے تو بے شک نہ دو میں اکیلا ہی ان سے مقابلہ کروں گا۔''

(تفسیر کبیر جلد8 ۔صفحہ 108 تا 109)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے قریب ایک لشکر رومی علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے تیار کیا تھا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اس کا افسر مقرر کیا تھا۔ یہ لشکر ابھی روانہ نہیں ہو ا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر جب عرب مرتد ہو گیا تو صحابہؓ نے سوچا کہ اگرایسی بغاوت کے وقت اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر ابھی رومی علاقہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیج دیا گیا تو پیچھے صرف بوڑھے مرد اور بچے اورعورتیں رہ جائیں گی اور مدینہ کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں رہے گا چنانچہ انہوں نے تجویز کی کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک وفد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جائے اور ان سے درخواست کرے کہ وہ اس لشکر کو بغاوت کے فرو ہونے تک روک لیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے یہ درخواست پیش کی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو انہوں نے نہایت غصہ سے اس وفد کو یہ جواب دیا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفا ت کے بعد ابو قحافہ کا بیٹا پہلا یہ کام کرے کہ جس لشکر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ کر نے کا حکم دیا تھا اسے روک لے؟ پھر آپ نے فرمایا! اگر دشمن کی فوجیں مدینہ میں گھس آئیں اور کتے مسلمانوں کی لاشیں گھسیٹتے پھریں تب بھی میں اس لشکر کو نہیں روکوں گا جس کو روانہ کرنے کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا تھا۔‘‘

(سیر روحانی مجموعہ تقاریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ۔صفحہ 491)

## 2) بطور خلیفۂ راشد ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کارہائے نمایاں:

### (ا) خزانہ کا مستقل قیام:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اِس کارنامے کے بارے سیرالصحابہ میں لکھا ہے کہ:

’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تقریباً 15ہجری میں ایک مستقل خزانہ کی ضرورت محسوس کی اور مجلس شوریٰ کی منظوری کے بعد مدینہ منورہ میں بہت بڑا خزانہ قائم کیا۔ دارالخلافہ کے علاوہ تمام اضلاع اورصوبہ جات میں بھی اس کی شاخیں قائم کی گئیں اور ہر جگہ اس محکمہ کے جدا گانہ افسر مقرر ہوئے۔ مثلاً اصفہان میں خالد بن رضی اللہ عنہ حارث اور کوفہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خزانہ کے افسر تھے۔ صوبہ جات اور اضلاع کے بیت المال میں مختلف آمدنیوں کی جو رقم آتی تھی وہ وہاں کے سالانہ مصارف کے بعد اختتام سال پرصدر خزانہ یعنی مدینہ منورہ کے بیت المال میں منتقل کر دی جاتی تھی۔ صدر بیت المال کی وسعت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ دارالخلافہ کے باشندوں کی جو تنخواہیں اور وظائف مقرر تھے،صرف اس کی تعداد تین کروڑ درہم تھی۔ بیت المال کے حساب کتاب کے لیے مختلف رجسٹر بنوائے، اس وقت تک کسی مستقل سن کا عرب میں رواج نہ تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے 12ہجری میں سن ہجری ایجاد کر کے یہ کمی بھی پوری کردی۔‘‘

(سیر الصحابہ جلد 1 ۔صفحہ140)

### (ب) ہمدردیٔ خلق:

طبقات ابن سعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (گشت کے دوران) بچے کے رونے کی آواز سنی تو اس طرف روانہ ہوئے اس کی ماں کہا کہ اللہ سے ڈرو اور بچے کے ساتھ بھلائی کرو یہ کہہ کر اپنے مقام پر لوٹ آئے دوبارہ اس کے رونے کی آواز سنی تو اس کی ماں کے پاس گئے اور اسی طرح کہا اور اپنے مقام پر آ گئے جب آخر شب ہوئی تو پھر اس کے رونے کی آواز سنی اس کی ماں کے پاس آئے اور کہا تیرا بھلا ہو میں تجھے بہت بری ماں سمجھتا ہوں کیا بات ہے کہ میں تیرے لڑکے کو دیکھتاہوں کہ اسے قرار نہیں۔ اس نے کہ اے بندۂ خدا! (وہ عورت آپ کو پہچانتی نہ تھی) تم مجھے رات سے پریشان کر رہے ہو، میں اس کا دودھ چھڑوانا چاہتی ہوں تو یہ انکار کرتا ہے۔ فرمایا: کیوں دودھ چھڑوانا چاہتی ہو اس نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ صرف دودھ چھوڑنے والے کا بچوں کا حصہ مقرر کرتے ہیں۔ پوچھا اس کی عمر کیا ہے؟ اس نے کہا: اتنے مہینے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا تیرا بھلا کرے اس کے ساتھ جلدی نہ کر! پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز اس حالت میں پڑھی کہ شدتِ گریہ سے لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی قرأت کو نہ سمجھ سکتے تھے۔ جب سلام پھیرا تو کہا کہ: عمر کی خرابی ہو اس نے مسلمانوں کے کتنے بچے قتل کر دیئے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے منادی کو حکم دیا، اس نے ندا دی کہ دیکھو خبردار! اپنے بچوں کے ساتھ دودھ چھڑوانے میں جلدی نہ کرو ہم اسلام میں پیدا ہونے والے ہر بچے کی عطا مقرر کرتے ہیں۔''

(طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 104 و 105)

## (ج) عدل و انصاف کا قیام:

سیرالصحابہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عدل و انصاف کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''عیاض بن غنم عامل مصر کی نسبت شکایت پہنچی کہ وہ باریک کپڑے پہنتے ہیں اور ان کے دروازہ پر دربان مقرر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تحقیقات پر مامور کیا، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے مصر پہنچ کر دیکھا تو واقعی دروازہ پر دربان تھا اور عیاض باریک کپڑے پہنے ہوئے کھڑے تھے۔ اسی ہیئت اور لباس کے ساتھ لے کر مدینہ آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا باریک کپڑا اُتروا دیا اور بالوں کا کرتہ پہنا کر جنگل میں بکریاں چرانے کا حکم دیا۔ عیاض کو انکار کی مجال نہ تھی مگر بار بار کہتے تھے: اس سے مر جانا بہتر ہے! حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ یہ تو تمہارا آبائی پیشہ ہے اس میں عار کیوں ہے؟ عیاض نے دل سے توبہ کی اور جب تک زندہ رہے اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔''

(سیر الصحابہ جلد 1 ۔صفحہ 136)

## 3) بطور خلیفہ راشد ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کارہائے نمایاں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کارناموں میں مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع ہمدردئ خلق، عدل و انصاف نمایاں ہیں۔

## (ا) مسجد نبویؐ کی تعمیر و توسیع:

سیر الصحابہ میں لکھا ہے:

''مسجد نبویؐ کی تعمیر و توسیع میں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا ہاتھ سب سے زیادہ نمایا ں ہے۔ عہد نبوی میں جب مسلمانوں کی کثرت کے باعث مسجد کی وسعت ناکافی ثابت ہوئی تھی تو اس کی توسیع کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قریب کا قطعۂ زمین خرید کر بار گاہِ نبوت میں پیش کیا تھا، پھر اپنے عہد میں بڑے اہتمام سے اس کی توسیع اور شاندار عمارت تعمیر کروائی۔ سب سے اول 24ھ میں اس کا ارادہ کیا لیکن مسجد کے گرد و پیش جن لوگوں کے مکانات تھے وہ کافی معاوضہ دینے پر بھی مسجد نبویؐ کی قربت کے شرف سے دست کش ہونے کے لیے راضی نہ ہوتے۔ حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو راضی کرنے کے لئے مختلف تدبیریں کیں لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے یہاں تک کہ پانچ سال اس میں گزر گئے بالآخر 29ھ میں حضرت صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کرنے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے روز ایک نہایت ہی مؤثر تقریر کی اور نمازیوں کی کثرت اور مسجد کی تنگی کی طرف توجہ دلائی۔ اس تقریر کا اثر یہ ہوا کہ لوگوں نے خوشی سے اپنے مکانات دے دیئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت اہتمام کے ساتھ تعمیر کا کام شروع کیا۔ نگرانی کے لیے تمام عُمّال طلب کئے اور خود شب و روز مصروف کار رہتے تھے۔ غرض دس مہینوں کی مسلسل جدوجہد کے بعد اینٹ، چونے اور پتھر کی ایک نہایت خوش نما اور مستحکم عمارت تیار ہو گئی، وسعت میں بھی کافی اضافہ ہو گیا یعنی طول میں پچاس گز کا اضافہ ہوا، البتہ عرض میں کوئی تغیر نہیں کیا گیا۔

(سیر صحابہؓ جلد 1 ۔صفحہ 228 تا229)

## (ب) ہمدردیٔ خلق:

ترمذی کتاب المناقب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب کی ذیل میں لکھا ہے کہ:

**عُثْمَانُ فَقَالَ اَنْشُدُ کُمْ بِاللّٰهِ وَالْاِسْلَامِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ وَلَيْسَ بِهَامَآءٌ يُسْتَعْذَبُ غَيْرَ بِئْرِ رُوْمَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّشْتَرِیْ بِئْرَرُوْمَةَ فَيَجْعَلُ دَلْوَهٗ مَعَ دِلَآءِ الْمُسْلِمِيْنَ بِخَيْرٍ لَّهٗ مِنْهَا فِی الْجَنَّةِ فَشَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِیْ۔**

سو متوجہ ہوئے ان کی طرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور فرمایا آپ رضی اللہ عنہ نے: میں تم کو واسطہ دیتا ہوں اللہ کا اور اسلام کا تم جانتے ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو یہاں میٹھا پانی پینے کو نہیں تھا سوا بئرِ رومہ کے اور فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو اِس بئرِ رومہ کو خریدے اور سب مسلمانوں کے برابر اپنا بھی ڈول سمجھے یعنی کچھ زیادہ تصرف اپنا نہ چاہے، چن لیا جائے گا بدلہ اس کا جنت سے۔ سو خریدا میں نے اس کو اپنے اصل مال سے۔''

(ترمذی ابواب المناقب ۔باب مناقب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ)

## (ج) عدل و انصاف کا قیام:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عدل و انصاف کے بارے میں بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''چنانچہ طبری جلد 5 صفحہ 44 میں قماذبان ابن ہرمزان اپنے والد کے قتل کا واقعہ بیان کرتا ہے۔ ہرمزان ایک ایرانی رئیس اور مجوسی المذہب تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی کے قتل کی سازش میں شریک ہونے کا شبہ

اس پر کیا گیا تھا، اس پر بلا تحقیق جوش میں آ کر عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو قتل کر دیا وہ کہتا ہے:
**كَـانَتِ الْعَجَمُ بِالْمَدِيْنَةِ يَسْتَرُوْحُ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ فَمَرَّ فِيْرُوْزُ بِاَبِىْ وَمَعَه' خَنْجَرٌلَّهٗ رَأْسَانِ فَتنَاوَلَهٗ مِنْهُ۔ وَ قَالَ مَـا تَـصْـنَعُ بِهٰذَافِىْ هَذِهِ الْبِلَادِ؟ فَقَالَ اَبُسُّ بِهٖ فَرَاٰهُ رَجُلٌ فَلَمَّا اُصِيْبَ عُمَرُ قَالَ رَأَيْتُ هٰذَا مَعَ الْهُرْمُزَانِ دَفَعَهٗ اِلٰـى فِيْـرُوْزَ فَاَقْبَلَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَقَتَلَهٗ فَلَمَّا وُلِّىَ عُثْمَانُ دَعَانِىْ فَاَ مْكَنَنِىْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ يَآ بُنَىَّ هَذَا قَاتِلُ اَبِيْكَ وَاَنْتَ اَوْلٰـى بِـهٖ مِـنَّا فَاذْهَبْ فَاقْتُلْهُ فَخَرَجْتُ بِهٖ وَمَا فِى الْاَرْضِ اَحَدٌ اِلَّا مَعِىْ اِلَّا اِنَّهُمْ يَطْلُبُوْنَ اِلَىَّ فِيْهِ فَقُلْتُ لَهُمْ اَلِىْ قَتْـلُـهٗ قَـالُـوا نَعَمْ وَسَبُّوْا عُبَيْدَاللّٰهِ فَقُلْتُ اَفَلَكُمْ اَنْ تَمْنَعُوْاهُ قَالُوْا لَاوَ سَبُّوْهُ فَتَرَكْتُهٗ لِلّٰهِ وَلَهُمْ۔ فَلْتَمَلُوْنِىْ فَوَاللّٰهِ مَابَلَغْتُ الْمَنْزِلَ اِلَّا عَلٰى رُءُوْسِ الرِّجَالِ وَاَكُفِّهِمْ۔**
اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ایرانی لوگ مدینہ میں ایک دوسرے کے ساتھ ملے جلے رہتے تھے(جیسا کہ قاعدہ ہے کہ دوسرے ملک میں جا کر وطنیت نمایاں ہو جاتی ہے) ایک دن فیروز (قاتل عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی) میرے باپ سے ملا اور اس کے پاس ایک خنجر تھا جو دونوں طرف سے تیز کیا ہو اتھا۔ میرے باپ نے اس خنجر کو پکڑ لیا اور اس سے دریافت کیا کہ اس ملک میں تو اس خنجر سے کیا کام لیتا ہے (یعنی یہ ملک تو امن کا ملک ہے اس میں ایسے ہتھیاروں کی کیا ضرورت ہے) اُس نے کہا کہ: میں اس سے اُونٹ ہنکانے کا کام لیتا ہوں۔ جب وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے اس وقت ان کو کسی نے دیکھ لیا اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مارے گئے تو اس نے بیان کیا کہ میں نے خود ہرمزان کو یہ خنجر فیروز کو پکڑاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس پر عبیداللہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بیٹے) نے جا کر میرے باپ کو قتل کر دیا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا اور عبیداللہ کو پکڑ کر میرے حوالے کر دیا اور کہا کہ: اے میرے بیٹے! یہ تیرے باپ کا قاتل ہے اور تو ہماری نسبت زیادہ حق رکھتا ہے۔ پس جا اور اس کو قتل کردے۔ میں نے اس کو پکڑ لیا اور شہر سے باہر نکلا۔ راستہ میں جو شخص مجھے ملتا میرے ساتھ ہو جاتا لیکن کوئی شخص مقابلہ نہ کرتا۔ وہ مجھ سے صرف اتنی درخواست کرتے تھے کہ میں اسے چھوڑ دوں۔ پس میں نے سب مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کیا میرا حق ہے کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ سب نے کہا کہ ہاں تمہارا حق ہے کہ اسے قتل کر دو اور عبیدا للہ کو برا بھلا کہنے لگے کہ اس نے ایسا برا کام کیا ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں کو حق ہے کہ اسے مجھ سے چھڑا لو؟ انہوں نے کہا کہ: ہرگز نہیں اور پھر عبیداللہ کو برا بھلا کہا کہ اس نے بلا ثبوت اس کے باپ کو قتل کر دیا۔ اس پر میں نے خدا اور ان لوگوں کی خاطر اس کو چھوڑ دیا اور مسلمانوں نے فرطِ مسرت سے مجھے اپنے کندھوں پر اُٹھا لیا اور خدا تعالیٰ کی قسم میں اپنے گھر تک لوگوں کے سروں اور کندھوں پر پہنچا اور انہوں نے مجھے زمین پر قدم تک نہیں رکھنے دیا۔''

(تفسیر کبیر جلد نمبر2۔صفحہ 359تا360)

## 3) بطور خلیفہ راشد رابع حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کارہائے نمایاں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کارہائے نمایاں بے شمار ہیں جن میں سے چند ایک نمونۃً پیش خدمت ہیں:

### (ا) فوجی انتظامات:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ خود ایک بڑے تجربہ کار جنگ آزما تھے اور جنگی امور میں آپ رضی اللہ عنہ کو پوری

بصیرت حاصل تھی اس لیے اس سلسلہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے بہت سے انتظامات کئے۔ چنانچہ شام کی سرحد پر نہایت کثرت کے ساتھ فوجی چوکیاں قائم کیں۔ 40ھ میں جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عراق پر عام یورش کی تو پہلے انہی سرحدی فوجوں نے ان کو آگے بڑھنے سے روکا۔ اسی طرح ایران میں مسلسل شورش اور بغاوت کے باعث بیت المال، عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لیے نہایت مستحکم قلعے بنوائے۔ اس طرح کا قلعہ حصن زیاد اسی سلسلہ میں بنا تھا۔ جنگی تعمیرات کے سلسلہ میں دریائے فرات کا پل بھی جو معرکۂ صفین میں فوجی ضروریات کے خیال سے تعمیر کیا تھا لائق ذکر ہے۔''

(سیر صحابہؓ۔جلد 1 صفحہ306)

## (ب) ہمدردئ خلق اور رعایا کے ساتھ شفقت:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وجود رعایا کے لیے سایۂ رحمت تھا، بیت المال کے دروازے غربا اور مساکین کے لیے کھلے ہوئے تھے اور اس میں جو رقم جمع ہوتی تھی نہایت فیاضی کے ساتھ مستحقین میں تقسیم کر دی جاتی تھی، ذمیوں کے ساتھ بھی نہایت شفقت آمیز برتاؤ تھا، ایران میں مخفی سازشوں کے باعث بار ہا بغاوتیں ہوئیں لیکن حضرت علیؓ نے ہمیشہ نہایت رحم سے کام لیا یہاں تک کہ ایرانی اس لطف و شفقت سے متاثر ہو کر کہتے تھے: خدا کی قسم! اس عربی نے نوشیرواں کی یاد تازہ کر دی۔''

(سیر صحابہؓ۔جلد 1 صفحہ306)

## (ج) عدل انصاف کا قیام:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمدان سے باہر مقیم تھے کہ اسی اثنا میں آپ نے دو گروہوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھا اور آپ رضی اللہ عنہ نے ان میں صلح کرا دی لیکن ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو کسی شخص کی آواز آئی کہ کوئی خدا کے لیے مدد کو آئے۔ پس آپ رضی اللہ عنہ تیزی سے اس آواز کی طرف دوڑے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آواز بھی آرہی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کہتے چلے جاتے تھے کہ ''مدد آگئی مدد آگئی''۔جب آپ اس جگہ کے قریب پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک آدمی دوسرے سے لپٹا ہوا ہے۔ جب اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو عرض کیا کہ: اے امیر المؤمنین: میں نے اس شخص کے پاس ایک کپڑا نو درہم کا بیچا تھا اور شرط یہ تھی کہ کوئی روپیہ مشکوک یا کٹا ہوا نہ ہو اور اس نے اس کو منظور کر لیا تھا لیکن آج جو میں اس کو بعض ناقص روپے دینے کے لیے آیا تو اس نے بدلانے سے انکار کر دیا، جب میں پیچھے پڑا تو اس نے مجھے تھپڑ مارا آپ رضی اللہ عنہ نے مشتری سے کہا کہ اس کو روپے بدل دے۔ پھر دوسرے شخص سے کہا کہ تھپڑ مارنے کا ثبوت پیش کر۔ جب اس نے ثبوت دے دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مارنے والے کو بٹھا دیا اور اس سے کہا کہ اس سے بدلہ لے۔ اُس نے کہا اے امیر المؤمنین! میں نے اس کو معاف کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مگر میں چاہتا ہوں کہ تیرے حق میں احتیاط سے کام لوں۔ معلوم ہوتا ہے وہ شخص سادہ تھا اور اپنے نفع نقصان کو نہیں سمجھ سکتا تھا اور پھر اس شخص کو سات کوڑے مارے اور فرمایا: اس شخص نے تو تجھے معاف کر دیا تھا لیکن یہ سزا حکومت کی طرف سے ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد2۔صفحہ 262تا 263)

## خلافت راشدہ ثانیہ حقہ اسلامیہ اور استحکام خلافت:

اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کے اس دور میں بھی قیام و استحکام خلافت کے وعدے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیاں موجود ہیں۔ چنانچہ اس زمانے میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قدرت ثانیہ یعنی خلافت راشدہ کے قیام و استحکام کی خوشخبری سنائی۔

## تحریک جدید کے ثمرات:

دعاؤں، انابت الی اللہ، تزکیۂ نفس، اسلامی تمدن و طریق کے مطابق زندگی بسر کرنے یعنی تحریک جدید کی الہامی و انقلابی سکیم پر عمل کرنے سے جو ثمرات حاصل ہوئے اور مخالفت کے طوفانوں کا رُخ کس طرح تبدیل ہوا؟ اس کا بیان حضرت فضل عمر سے بہتر کون کر سکتا ہے؟ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''احرار میرے مقابل پر اٹھے، احرار کو بعض ریاستوں کی بھی تائید حاصل تھی کیونکہ کشمیر کمیٹی کی صدارت جو میرے سپرد کی گئی تھی اس کی وجہ سے کئی ریاستوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اس زور کو توڑنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ یہ کسی اور ریاست کے خلاف کھڑے ہو جائیں۔

......احرار نے1934ء میں شورش شروع کی اور اس قدر مخالفت کی کہ تمام ہندوستان کو ہماری جماعت کے خلاف بھڑکا دیا۔ اس وقت مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر میں نے ایک خطبہ میں اعلان کیا کہ تم احرار کے فتنہ سے مت گھبراؤ! خدا مجھے اور میری جماعت کو فتح دے گا کیونکہ خدا نے مجھے جس راستہ پر کھڑا کیا ہے وہ فتح کا راستہ ہے، جو تعلیم مجھے دی ہے وہ کامیابی تک پہنچانے والی ہے اور جن ذرائع کو اختیار کرنے کی اس نے مجھے توفیق دی ہے وہ کامیاب وبامراد کرنے والے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں زمین ہمارے دشمنوں کے پاؤں سے نکل رہی ہے اور میں ان کی شکست کو ان کے قریب آتے دیکھ رہا ہوں۔ وہ جتنے زیادہ منصوبے کرتے اور اپنی کامیابی کے نعرے لگاتے ہیں اتنی ہی نمایاں مجھے ان کی موت دکھائی دیتی ہے۔''

(الفضل 30 مئی1935ء و سوانح فضل عمرؓ جلد سوم۔صفحہ 295)

## تحریک جدید کے مزید ثمرات:

اللہ کے فضل و کرم سے تحریک جدید کے ثمرات جاری وساری ہیں اور جماعت احمدیہ نے خلافت کے سایہ میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی کی ہے۔ چنانچہ 30جولائی2005ء کے جلسہ برطانیہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان ترقیات کے اعداد و شمار بیان فرمائے جو مختصراً تحریر ہیں:

جماعت کا امسال تک نئے ممالک میں نفوذ= 181 ممالک

کل بیوت الذکر کی تعداد = 13ہزار776 مساجد (صرف ایک سال میں319نئی مساجد ملی ہیں۔ 1984ء سے تا حال)۔

تراجم قرآن کریم= کل''60''زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔

امسال2005ء میں 2لاکھ سے زائد افراد جماعت میں داخل ہوئے ہیں۔

(الفضل 5اگست2005ء)

## تحریک وقف جدید کے ثمرات:

اس امر کا اندازہ کہ وقف جدید کس حد تک اپنے مقصد میں کامیاب ہے اور دیہاتی جماعتوں پر اس کے کیا خوش کن اثرات ظاہر ہو رہے ہیں مندرجہ ذیل امور سے لگایا جا سکتا ہے:

### ا۔ چندوں میں غیر معمولی اضافہ:

معلمین کے ذریعہ دو طرح پر جماعتی چندوں میں اضافہ ہوتاہے۔اوّل ان کی تربیت کے نتیجہ میں جماعت میں قربانی کی روح ترقی کرتی ہے اور جماعتی چندوں پر بھی اس کا نہایت خوشگوار اثر پڑتا ہے۔مثلاً ایک جماعت کے پریذیڈنٹ صاحب تحریر کرتے ہیں۔

''جماعت کے چندہ میں معلم کے آنے سے قبل بقایا در بقایا تھا۔ان کے آنے سے اب 75% چندہ ادا ہو چکا ہے جبکہ ابھی سال کے چار پانچ ماہ باقی ہیں۔''

ایک اور جماعت کے صدر اپنی جماعت میں معلم کی تقرری سے قبل اور بعد کا موازنہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''چندہ عام دوصد روپے صرف تھا۔ اب 1965-66ء کا بجٹ جس میں حصہ آمد بھی شامل ہے دو ہزار روپے ہے۔''

دوم:۔ چونکہ معلمین کو تاکید کی جاتی ہے کہ نو مبائعین کو فوری طور پر جماعتی چندوں میں شامل کریں ورنہ ان کے ذریعے ہونے والی بیعتیں حقیقی بیعتیں شمار نہیں ہوں گی اس لیے جوں جوں مبائعین کی تعداد بڑھتی جاتی ہے چندوں میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس ضمن میں ایک سیکرٹری مال نے جو عداد و شمار بھجوائے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جماعت کا چندہ عام کا کل سالانہ بجٹ 4907روپے 40 پیسے ہے۔جس میں 1215 روپے بجٹ ان نو مبائعین کا ہے جو وقف جدید کے ذریعہ سلسلہ میں داخل ہوئے۔ یہی نہیں بلکہ وہ لکھتے ہیں کہ اس بجٹ میں 725روپے 50پیسے کی وہ رقم بھی شامل ہونی چاہئے جو بعض نو مبائعین کی نقل مکانی کی وجہ سے دوسری جماعتوں میں منتقل کی گئی ۔ گویا چار ہزار نو سو سات روپے میں سے ایک ہزار نو سو چالیس روپے صرف نو مبائعین کا بجٹ ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔''

### ب) نماز باجماعت کا قیام:

اس اہم دینی فریضہ کی سر انجام دہی میں معلمین کو خدا تعالیٰ کے فضل و رحم کے ساتھ حیرت انگیز کامیابی ہو رہی ہے۔مختلف صدر صاحبان اور امرا کی طرف سے اس بارہ میں بیسیوں خوشنودی کا اظہار موصول ہو تے ہے۔ مثال کے طور پر ایک بڑی جماعت کے صدر صاحب لکھتے ہیں:

''نماز باجماعت کے قیام میں معلم نے مختلف کوششوں کے طریق جاری رکھے۔مثلاً صبح نماز کے وقت گاؤں میں بلند آواز سے درود شریف پڑھنا۔معلم صاحب کے آنے سے پہلے تقریباً ساری جماعت ہی بے جماعت سمجھ لیں کیونکہ خاکسار اگر گھر پر ہوتا تو نماز ہو جاتی اگر خاکسار گھر پر نہ ہوتا تو نماز باجماعت نہ ہوتی لیکن محترم معلم صاحب کے آنے سے یہ بیماری دور ہوگئی اور باقاعدہ نماز باجماعت ہونے لگی اور پھر نماز باجماعت ہی نہیں بلکہ نماز تہجد با جماعت کا سلسلہ بھی جاری رہنے لگا اور اس دوران میں ایک ماہ سے اوپر مستقل نماز تہجد جاری

ہے۔''

(سوانح فضل عمر رضی اللہ عنہ جلد 3 ۔صفحہ354۔355)

ایک اور جماعت کے پریذیڈنٹ صاحب مندرجہ ذیل الفاظ میں جماعت کی پہلی حالت اور بعد میں پیدا ہونے والی خوشگوار تبدیلی کا ذکر فرماتے ہیں:۔

''جب معلم پہلے دن یہاں ہمارے گاؤں میں تشریف لائے تو ان کو اکیلے ہی نماز ادا کرنی پڑتی۔ احمدی احباب کے گھروں میں جا نا اور نماز کی طرف توجہ دلانا اور نماز بے جماعت اور نماز با جماعت کے متعلق تقریر کرنا اور ان کے مردہ شعور کو زندہ کرنے کے لئے کئی کئی گھنٹے وقت صرف کرنا پڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ آج تمام مرد پانچ وقت نمازوں میں برابر شریک ہوتے اور نماز باجماعت ادا کرتے ہیں اور ہماری عورتیں بھی گھروں پر باقاعدہ نماز ادا کرتی ہیں۔ نماز تہجد کا شعور پیدا ہو چکا ہے۔''

## ج) دینی تعلیم:

محض نماز باجماعت کے قیام تک ہی معلمین کی سرگرمیاں محدود نہیں بلکہ نماز ناظرہ یاد کروانا، نماز کا ترجمہ سکھانا، قرآن کریم کی سورتیں حفظ کروانا اور دیگر دینی مسائل کی تعلیم دیکران کے ایمان اور عمل کو زیورعلم سے آراستہ کرنا بھی معلم کے فرائض میں داخل ہے۔معلمین کی انہی نیک کوششوں سے متاثر ہو کر مختلف صدر صاحبان ہمیں اپنی خوشنودی سے مطلع فر ماتے رہتے ہیں۔ مثلاً ایک جماعت کے صدر لکھتے ہیں:

''معلم نے ساری جماعت کی نماز درست کر وائی ہے اور خاص کر بچوں کی نماز کی درستگی کی ہے۔ جماعت کے تمام افراد کو نماز با ترجمہ یاد کروائی ہے اور نماز سے متعلق تمام مسائل بھی یاد کروائے ہیں اور قرآنی دعائیں بھی یاد کروائی ہیں۔ ترجمہ قرآن کریم سکھایا جا رہا ہے اور دوسرے پارہ تک قرآن مجید کا ترجمہ مردوں ،عورتوں اور بچوں نے پڑھ لیاہے۔''

ایک اور جماعت کے صدر صاحب اعدادو شمار میں معلم کے کام کی رپورٹ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''معلم کی کوشش سے بارہ چودہ عورتیں اور بائیس بچے نماز سیکھ چکے ہیں اور دس مرد، آٹھ عورتیں اور نو بچے نماز با ترجمہ سیکھ چکے ہیں۔''

اس وقت دو سو سے زائد واقفین معلمین میدان عمل میں خدمات بجا لا رہے ہیں۔''

(سوانح فضل عمر رضی اللہ عنہ جلد 3 ۔صفحہ354۔355)

اللہ کے فضل و کرم سے خلافت خامسہ کے بابرکت دور میں 2005ء میں وقف جدید کی کل مالی وصولی21 لاکھ بیالیس ہزار پاؤنڈ تک پہنچ گئی ہے جو گزشتہ سال کی نسبت 2 لاکھ پاؤنڈ زیادہ ہے اور وقف جدید کے شاملین کی تعداد چار لاکھ چھیاسٹھ ہزار ہے ان میں بھی امسال 51 ہزار افراد کا اضافہ ہوا ہے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ6 جنوری2006ء از حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ الفضل انٹرنیشنل' مؤرخہ27 جنوری تا 2فروری2006ء)

## مجلس نصرت جہاں کے تحت سکول:

86-1985میں غانا،نائیجیریا،سیرالیون،گیمبیا۔لائبیریا اور یوگنڈا میں 31 ہائر سیکنڈری سکول تھے۔ سیکنڈری کے علاوہ پرائمری اور نرسری سکولوں کی مجموعی تعداد174 تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور مبارک میں کانگو اور آئیوری کوسٹ میں بھی سکولز کا قیام عمل میں آیا۔

2003ء میں مجموعی طور پر افریقہ کے 8 ممالک میں 40 ہائر سیکنڈری سکولز، 37 جونیئر سیکنڈری سکولز، 238 پرائمری سکولز، 58 نرسری سکولز کام کر رہے ہیں اور کل تعداد 373 ہے۔ گویا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے دور ہجرت میں 199 سکولز کا اضافہ ہوا۔

## مجلس نصرت جہاں کے تحت ہسپتال:

1985-86ء میں سات ممالک غانا، نائیجیریا، سیرالیون، گیمبیا، لائبیریا، آئیوری کوسٹ اور یوگنڈا میں چوبیس ہسپتال کام کر رہے تھے۔ ان ممالک میں مزید وسعت کے علاوہ درج ذیل ممالک میں بھی ہسپتالوں کا اضافہ ہوا: بورکینافاسو، بینن، کانگو اور تنزانیہ۔ یوں اس وقت افریقہ کے بارہ ممالک میں احمدیہ کلینکس اور ہسپتال کی تعداد بتیس ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ جماعت احمدیہ کے انتظامات کے تحت دنیا بھر میں سینکڑوں کلینکس اور ہومیو پیتھک ڈسپنسریاں بھی کام کر رہی ہیں۔

اللہ کے فضل سے خلافت خامسہ میں مجلس نصرت جہاں کے تحت افریقہ کے بارہ ممالک میں سینتیس ہسپتال اور کلینکس کام کر رہے ہیں۔اور چار سو پینسٹھ ہائر سیکنڈری سکولز اور جونیئر سکولز قائم ہو چکے ہیں۔

( الفضل 5 اگست 2005ء و سیدنا طاہر سوونیئر مطبوعہ جماعت برطانیہ ۔صفحہ 22)

## خلافت کے خلاف اٹھنے والے فتنے اور ان کا انجام:

استحکام خلافت کا ایک پہلو تو جماعتی ترقیات ہیں جن کا مختصر جائزہ ہم نے دیکھا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ خلافت کی برکت سے جماعت کو ترقیات سے نوازتا ہے اسی طرح وہ جماعت کے مخالفین کو ان کے مذموم مقاصد میں ناکام و نامراد کرتا ہے۔ چنانچہ آیئے اب حالات و واقعات کی روشنی میں خلافت حقہ ثانیہ اسلامیہ کے مخالفین اور ان کے انجام کا جائزہ لیتے ہیں:

## خلافت اولیٰ میں اُٹھنے والے فتنے اور ان کا انجام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جب حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا تو کچھ لوگوں نے نہ چاہتے ہوئے بھی بیعت تو کر لی لیکن جب بھی موقع ملا یہ گروہ فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ یہ گروہ لاہوریوں یعنی غیر مبائعین کا گروہ کہلایا۔ یہ لوگ بیعت کے بعد بھی لوگوں میں یہ پراپیگنڈا کرتے رہے کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی اصل جانشین اور خلیفہ صدر انجمن ہی ہے۔انجمن میں چونکہ ان لوگوں کے خیالات رکھنے والوں کی تعداد کافی تھی اس لیے یہ چاہتے تھے کہ تمام اختیارات انجمن کو ہی حاصل ہو جائیں۔

جب یہ خیالات حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ تک پہنچے تو حضور نے مختلف جماعتوں کے نمائندگان کو قادیان میں بلابھیجا اورانہیں خلافت کے مقام اور منصب کے بارے میں اچھی طرح سمجھایا اور جو غلط فہمی مؤمنین کے دلوں میں پید ا کرنے کی مذموم کوشش کی گئی تھی اُسے دور کر دیا،نتیجۃً اکثر احباب کے سینے صاف ہو گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے ''بعض'' لوگوں سے دوبارہ بیعت لی۔

دوبارہ بیعت کے بعدکچھ عرصہ تک تو یہ فتنہ دبا رہا لیکن جب حضور رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے توایک دفعہ پھر اختلافی مسائل پر گفتگو چل نکلی۔اسی دوران کچھ فتنہ پردازوں نے لاہور سے اشتہار نکالے جن کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کو یہ سمجھایا جائے کہ خلیفۃ المسیح الاول کی وفات کے بعد کسی خلیفہ کی بیعت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ انجمن ہی کافی ہے۔چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے وصال پرملال پر مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مصلح موعودرضی اللہ عنہ سے کہا کہ جلدی نہیں کرنی چاہئے فی الحال

چند ماہ کے لئے خلافت کا انتخاب ملتوی کر دیا جائے اورجو اختلاف راہ پا چکا ہے اس پر اچھی طرح بحث ہو جس کے بعد اس کا حل نکال کر متفق ہو کر کام کر نا چاہئے۔ اس پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس معاملے پر تو جماعت خلافت اولیٰ کے انتخاب کے وقت سے ہی فیصلہ کر چکی ہے کہ جماعت میں خلفا کا سلسلہ چلے گا۔ اب صرف یہ معاملہ مشورہ طلب ہے کہ خلیفہ کون ہو؟ اور جو بھی خلیفہ ہو ہم بیعت کرنے کو تیار ہیں۔ چنانچہ انتخاب کے وقت اکثریت نے حضرت مرزا بشیر الدین محموداحمد صاحب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا اور بیعت کر لی لیکن مولوی محمد علی صاحب اور ان کے کچھ رُفقانے بیعت نہ کی اور اِس انتخاب کو ایک سازش قرار دے دیا۔

خلافتِ اولیٰ میں فتنہ بازوں کے انجام کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہٗ اللہ تعالیٰ بنصر ہ العزیز نے خطبہ جمعہ 21 مئی 2004ء میں فرمایا :۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں خوشخبریاں بھی دے دی تھیں کہ آپ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے انشاء اللہ خلافت دائمی رہے گی اور دشمن دوخوشیاں کبھی نہیں دیکھ سکے گا کہ ایک تو وفات کی خبر اس کو پہنچے اور اس پر خوش ہو۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر ایسے بھی تھے جنہوں نے خوشیاں منائیں اور پھر یہ کہ وہ جماعت کے ٹوٹنے کی خوشی وہ دیکھ سکیں گے،یہ کبھی نہیں ہوگا۔ دشمن نے بڑا شور مچایا، بڑا خوش تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا جو وعدہ تھا کہ: مِنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا کا ہمیں نظارہ بھی دکھایا اوربعض لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول اب کافی عمر رسید ہ ہو چکے ہیں، طبیعت کمزور ہو چکی ہے اور شاید اس طرح خلافت کا کنٹرول نہ رہ سکے اور شاید وہ خلافت کا بوجھ نہ اٹھا سکیں اور انجمن کے بعض عمائدین کا خیال تھا کہ اب ہم اپنی من مانی کر سکیں گے کیونکہ عمر کی وجہ سے بہت سارے معاملات ایسے ہیں جو اگر ہم خلیفۃ المسیح الاول کی خدمت میں نہ بھی پیش کریں تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا اور ان کو پتہ نہیں چلے گا لیکن اللہ تعالیٰ نے دشمن کی یہ تمام اندرونی اور بیرونی جو بھی تدبیریں تھیں ان کو کامیاب نہیں ہونے دیا اور اندرونی فتنے کو بھی دبا دیا اور دنیا نے دیکھا کہ کس طرح ہر موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے اس فتنہ کو دبایا اور کتنے زور اور شدت سے اس کو دبایا اور کس طرح دشمن کا منہ بند کیا۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21 مئی 2004ء از خطبات مسرور جلد 2صفحہ 341)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہٗ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے ایک ارشاد کاحوالہ دیتے ہوئے فرمایاکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''چونکہ خلافت کا انتخاب عقل انسانی کا کام نہیں،عقل نہیں تجویز کرسکتی کہ کس کے قویٰ قوی ہیں کس میں قوت انسانیہ کامل طور پر رکھی گئی ہے اس لیے جناب الٰہی نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ:

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ

خلیفہ بنانا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ (حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 255)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی رِدا کو مجھ سے چھین لے''۔ (بدر قادیان 4جولائی 1912ء)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کام صرف نماز پڑھا دینا اور یا پھر بیعت لے لینا ہے!یہ کام تو ایک ملا ں بھی کر سکتا

ہے اس کے لیے کسی خلیفے کی ضرورت نہیں اور میں اس قسم کی بیعت پر تھوکتا بھی نہیں! بیعت وہ ہے جس میں کامل اطاعت کی جائے اور خلیفہ کے کسی ایک حکم سے بھی انحراف نہ کیا جائے۔'' (الفضل 11 اپریل 1914ء)
پھر دنیا نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ان پر زور خطابات سے اور جو آپ رضی اللہ عنہ نے اس وقت براہ راست انجمن پر بھی ایکشن لیے، جتنے وہ لوگ باتیں کرنے والے تھے وہ سب بھیگی بلی بن گئے، جھاگ کی طرح بیٹھ گئے اور وقتی طور پر ان میں کبھی کبھی اُبال آتا رہتا تھا اور مختلف صورتوں میں کہیں نہ کہیں جا کر فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے لیکن انجام کا رسوائے ناکامی کے اور کچھ نہیں ملا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات ہوئی۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21 مئی 2004ء از خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 341)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خلافتِ ثانیہ کے انتخابِ خلافت اور منکرین کے ردعمل کے بارہ میں فرمایا:۔

''اس کے بعد پھر انہیں لوگوں نے سر اٹھایا اور ایک فتنہ برپا کرنے کی کوشش کی، جماعت میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی اور بہت سارے پڑھے لکھے لوگوں کو اپنی طرف مائل بھی کرلیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اگر خلافت کا انتخاب ہوا تو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کو ہی جماعت خلیفہ منتخب کرے گی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کو ختم کرنے کے لیے ان شور مچانے والوں کو، انجمن کے عمائدین کو یہ بھی کہہ دیا کہ مجھے کوئی شوق نہیں خلیفہ بننے کا تم جس کے ہاتھ پر کہتے ہو میں بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں، جماعت جس کو چنے گی میں اسی کو خلیفہ مان لوں گا لیکن جیسا کہ میں نے کہا ان لوگوں کو پتہ تھا کہ اگر انتخاب خلافت ہوا تو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ہی خلیفہ منتخب ہوں گے اس لیے وہ اس طرف نہیں آتے تھے اور یہی کہتے رہے کہ فی الحال خلیفہ کا انتخاب نہ کروایا جائے، ایک، دو چار دن کی بات نہیں، چند مہینوں کے لیے اس کو آگے ٹال دیا جائے، آگے کر دیا جائے اور یہ بات کسی طرح بھی جماعت کو قابل قبول نہ تھی، جماعت تو ایک ہاتھ پر اکٹھا ہونا چاہتی تھی۔ آخر جماعت نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کو خلیفہ منتخب کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس وقت بھی مخالفین کا یہ خیال تھا کہ جماعت کے کیونکہ پڑھے لکھے لوگ ہمارے ساتھ ہیں اور خزانہ ہمارے پاس ہے اس لئے چند دنوں بعد ہی یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر اپنی رحمت کا ہاتھ رکھا اور خوف کی حالت کو پھر امن میں بدل دیا اور دشمنوں کی ساری امیدوں پہ پانی پھیر دیا اور ان کی ساری کوششیں ناکام ہو گئیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21 مئی 2004ء از خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 341)

## خلافتِ ثانیہ کے دور میں خلافت کے خلاف اُٹھنے والے تین فتنے :

1) پہلا فتنہ 1928ء میں مستریوں نے کھڑا کیا۔ مستریوں کی مالی بد معاملگی کی وجہ سے دفتر اُمورِ عامہ نے ان کے خلاف ایکشن لیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ذات پر براہ راست حملے کرنے لگے اور قادیان سے ہی ایک اخبار ''مباہلہ'' کے نام سے شائع کرنا شروع کر دیا بعد ازاں قادیان چھوڑ کر بٹالہ منتقل ہوگئے اور مسلسل یہ اصرار کرتے رہے کہ خلافت کے بارے میں ان کے ساتھ مباہلہ کیا جائے۔

بالآخر ان کا ایمان بھی جاتا رہا اور صداقت حضرت مسیح موعودعلیہ السلام پر احمدیوں سے مباحثہ کیا اور یوں جماعت سے کاٹ کر الگ پھینک دیئے گئے۔

(ازفتنہ مستریانِ مباہلہ از ڈاکٹر بدر الدین صاحب)

اس فتنہ کے بانی فضل کریم لوہار جالندھر شہر سے 1915ء میں قادیان آئے۔ان کے ساتھ ان کے تین بچے تھے اور بیوی فوت ہو چکی تھی۔ انہوں نے ایک مکان کرائے پر لیا جس کا کرایہ کبھی ادا نہ کیا۔جماعتی انتظام کے تحت ان کی شادی کروائی گئی اور حضرت مصلح موعودؓ کے خاندان کی طرف سے رہائشی مکان کے لیے مفت زمین بھی دی گئی۔ ان کا لین دین درست نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے بعض احمدیوں سے قرضے لیے اور انہیں رقوم واپس نہ کیں۔اس فتنے میں فضل کریم اور ان کے بیٹے مولوی فاضل عبدالکریم نے نمایاں کردارادا کیا۔

( تحفہ مستریان از میر قاسم علی ۔ص2تا3)

مستری صاحبان شروع میں تو کہتے تھے کہ ہمیں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام پر سچا ایما ن ہے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ہر طرح اطاعت کریں گے لیکن جب بعض مالی بد معاملگیوں کی بنا پر ان کے خلاف جماعتی فیصلہ ہوا تو یہ لوگ حضور رضی اللہ عنہ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضور رضی اللہ عنہ کی خلافت پر مباہلہ کا مطالبہ کرنے لگے۔ان کے اس طرح کے بار بارمطالبات پر حضرت مصلح موعودرضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’آخرمیں مَیں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ بعض اُمور میںمباہلہ جائز بھی ہوتا ہے اگر بعض لوگ بغیر خدا کے غضب کو بھڑکانے کے تسلی نہ پائیں‌اور میری اس نصیحت بالاکو قبول نہ کریں۔تو پھر میں کہتاہوں کہ یہ مسئلہ اس طرح بھی حل ہو جاتا ہے کہ میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جس کے ہاتھ میں جزا اور سزا ہے اور ذلت و عزت ہے کہ میں اس کا مقرر کردہ خلیفہ ہوں‌اور جو لوگ میرے مقابل پر کھڑے ہیں اور مجھ سے مباہلہ کا مطالبہ کرتے ہیں وہ اس کی مرضی اور اس کے قانون کے خلاف کر رہے ہیں‌اگر میں اس امر میں دھوکہ سے کام لیتا ہوں‌تو اے خدا! تو اپنے نشان کے ساتھ صداقت کا اظہار فرما! اب جس شخص کو دعویٰ ہو کہ وہ اس رنگ میں میرے مقابل پر آنے میں حق بجانب ہے وہ بھی قسم کھا لے۔اللہ تعالیٰ خود فیصلہ کر دے گا۔

پس یہ میرا خط آپ کی تسلی نہ کرے تو آپ کا اصل فرض یہ ہوناچاہیئے کہ دوسراخلیفہ کھڑا کر دیں جو اپنے تقویٰ اور نیکی سے دنیا کو اپنی طرف کھینچ لے پھر جومیرے مبائع ہیں‌اُن کو بھی خود بخود ہوش آجائے گی اور آپ کا کام آسان ہو جائے گالیکن یاد رکھیں کہ خدا کے کام کو کوئی نہیں روک سکتا خدا تعالیٰ میری مدد کرے گااور میرے ہاتھ پر اسلام کو فتح دے گادرمیانی ابتلا اس کی سنت ہیں‌اور مَیں ان سے نہیں گھبراتا ،وہ خود سلسلہ کا رکھوالا ہے اور وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔میرا مقابلہ انسان کودہریت سے ورے نہیں رکھے گا۔خدا تعالیٰ کے اس قدر نشانوں‌کا انکار ایمان کو ضائع کر دینے کے لیے کافی ہے۔‘‘

(تحفہ مستریان از میر قاسم علی۔صفحہ 72)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی دعائے مباہلہ کا یہ اثر ہو ا کہ مستری صاحبان اپنی موت آپ مر گئے اور غیر احمدیوں سے مل کر احمدیوں کے مقابل پر صداقت مسیح موعودعلیہ السلام کے موضوع پر مباحثہ کر نے لگے جس کے وجہ سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے صاف لفظوں میں فرمایا:

’’ ایک لعنت تو ظاہر ہو چکی ہے کہ اس فتنہ کی ابتدا میں یہ لوگ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم مسیح موعودعلیہ السلام کو مانتے ہیں‌لیکن آج یہ حالت ہے کہ سیالکوٹ کے ضلع میں انہوں نے صداقت مسیح موعود علیہ السلام پراحمدیوں

سے مباحثہ کیا اورحضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ناپاک اعتراض کئے۔کیا خدا تعالیٰ کے مامور کا انکا رلعنت نہیں؟ مباہلہ کا نشان اُن کے لیے ظاہر ہو گیا کہ ان کے ایمان سلب ہو گئے۔صداقت کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس سے ایمان بڑھتا ہے لیکن جھوٹ ایمان کو ضائع کر دیتاہے میری صداقت پرخود ان کی کارروائیوں سے مہر لگ گئی اور مباہلہ کا نشان پورا ہو گیا۔اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمانی موت دے دی جسمانی باقی ہے وہ بھی انشاء اللہ آسمانی عذابوں کے ساتھ ہو گی۔''

(فتنہ مستریان مباہلہ۔صفحہ 54)

2) دوسرا فتنہ مصریوں کے فتنے کے نام سے مشہور ہے۔ شیخ عبدالرحمان مصری نے ابتدا میں تو حضرت مصلح موعودرضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی لیکن بعد میں اُن کا نکتہ نظر تبدیل ہو گیا اور کہنے لگے کہ نبی کے بعد ایک خلیفہ ہی ہوتا ہے اور پھر مطالبہ کرنے لگے کہ انتخاب خلافت دوبارہ ہونا چاہیئے۔ یوں وہ آہستہ آہستہ لاہوریوں سے جا ملے لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مصری صاحب کی اُن سے بھی لڑائی ہو گئی۔

مصری صاحب ابتدا میں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیوں کے عین مطابق مبعوث ہونے والا نبی مانتے تھے اور اب ان کے بعد جاری خلافت کی بھی بیعت کر چکے تھے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات کے بعد حضرت مصلح موعودرضی اللہ عنہ کی بیعت بھی کی لیکن اپنی طبعی بدبختی کی وجہ سے نہ صرف خلافت کے منکر ہوئے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے بھی منکرہو گئے اور جماعت کے مخالف ہو گئے۔

دوسرے فتنہ کا بانی شیخ عبدالرحمٰن صاحب (سابق لالہ شنکر داس) تھا شیخ صاحب 1905ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے داخل احمدیت ہوئے۔خلافت اولیٰ کے دور میں عربی کی تعلیم کے لیے مصر بھجوائے گئے ابھی یہ مصر میں ہی تھے کہ خلافت ثانیہ کاانتخاب ہوا تو انہوں نے خط لکھ کر حضور کی بیعت کی۔ 1915ء میں شیخ عبدالرحمٰن صاحب ''مصری'' بن کر واپس آئے اور اس فتنے کا آغاز ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو 1915ء میں بذریعہ رؤیا خبر دی گئی کہ شیخ صاحب کا خیال رکھنا یہ مرتد ہو جائیں گے۔چنانچہ1915ء میں ہی جب شیخ عبدالرحمٰن صاحب ''مصری'' بن کر واپس آئے تو حضور رضی اللہ عنہ نے اپنی اس رؤیا کی بنا پر صدر انجمن احمدیہ کو توجہ دلائی کہ ان کا خاص خیال رکھا جائے۔ اس کا ذکر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک تقریر فرمودہ 27دسمبر1937ء میں فرمایا ۔

آخر وہی ہوا جس کی خبر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو1915ء میں دے دی گئی تھی ۔1936ء میں گویامصری صاحب پر یہ راز کھلا کہ انبیاء اور مشائخ کی وفات کے بعد صرف پہلا خلیفہ ہی خدا ئی انتخاب ہوتا ہے باقی منتخب شدہ خلفا آیت استخلاف کے ما تحت نہیں آتے۔چنانچہ اس نظریہ کو بنیادبنا کر1937ء میں انہوں نے نہایت ناشائستہ اور سب وشتم سے بھرے ہوئے خطوط حضور رضی اللہ عنہ کو لکھنے شروع کئے جن میں لکھا کہ :

''یا تو میں جماعت کو آپ کی صحیحالت سے آگاہ کر کے آپ کو خلافت سے معزول کرا کر نئے خلیفہ کا انتخاب کراؤں اور یہ راہ پرازخطرات ہے اور یا جماعت میں آپ کے ساتھ مل کر اس طرح رہوں جس طرح میں نے اوپر بیان کیا ہے۔''

(پمفلٹ ''جماعت کو خطاب'' صفحہ نمبر 2 از شیخ عبدالرحمان مصری)

## مصری صاحب کی نظریاتی اور اخلاقی شکست:

خلافت اور جماعت احمدیہ سے علیحدہ ہونے کے بعد مصری صاحب غیر مبائعین میں شامل ہو گئے اور یہ اعلان بھی کر دیا کہ جماعت احمدیہ اور وہ اس غلطی میں مبتلا چلے آ رہے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی ہیں جبکہ حضورعلیہ السلام کا اصل مقام نبوت کا نہیں بلکہ محدثیت کا ہے بالفاظ دیگر انہوں نے بالواسطہ طور پر تسلیم کر لیا کہ ان کا پہلے خلیفہ کو معزول کرکے نئے خلیفہ کے انتخاب کا ہنگامہ کھڑا کرنا سرا سر باطل تھا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے عقیدہ کے مطابق نبی نہ تھے اور نہ آپ علیہ السلام کے بعد کسی خلافت کی ضرورت تھی۔ علاوہ ازیں مصری صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد اور آپ علیہ السلام کے خاندان کو بد نام کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ ان کی ان مذموم کوششوں کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

''جس قسم کے گندے اعتراض وہ کر رہے ہیں اور جس قسم کے ناپاک حملوں کے کرنے کی ان کی طرف سے اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے اطلاعیں آ رہی ہیں اگروہ ان پر مُصِر رہے اور اگر انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے توبہ نہ کی تو میں کہتا ہوں احمدیت کیا اگر ان کے خاندانوں میں حیا باقی رہی تو مجھے کہیں بلکہ میں اس سے بھی واضح الفاظ میں کہتا ہوں کہ جس قسم کے خلاف اخلاق اور خلاف حیا وہ حملے کر رہے ہیں اس کے نتیجے میں اگر ان کے خاندان فحش کا مرکز بھی بن جائیں تو اسے بعید از عقل نہ سمجھو۔''

(از خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ 23 جولائی 1937ء۔ الفضل 1 اگست 1937ء صفحہ 11 کالم 1)

اس کا نتیجہ جلد ہی ظاہر ہو گیا اور گند اچھالنے کے نتیجے میں مصری صاحب کی اپنی اولاد ان کے لئے موجب فضیحت بن گئی۔مصری صاحب کے ایک رشتہ دار محترم چودھری عنایت اللہ فاضل مشرقی افریقہ نے ان کے خاندان کے بارے میں بعض حقائق سے پردہ اٹھایا اور مصری صاحب کی اولاد کی مکروہ کاروائیوں کا ذکر کیا جن کی تردید کی بھی مصری صاحب جرأت نہ کر سکے۔

3۔ تیسرا فتنہ میاں عبدالمنان صاحب اور عبدالوہاب صاحب نے کھڑا کیا۔ یہ لوگ شروع سے ہی خلیفہ بننے کی کوششوں میں رہے تھے۔ پہلی دفعہ 1929ء میں عزل خلافت کا ایک شرمناک منصوبہ تیار کیا گیا لیکن حضور رضی اللہ عنہ کو بروقت اطلاع ہونے پر یہ سازش پیوند خاک ہو گئی۔پھر 1955ء میں ان لوگوں کو حضور رضی اللہ عنہ کی بیماری اور سفر یورپ کی وجہ سے یہ موقع میسر آ گیا اور انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ چونکہ خلیفۂ وقت بوڑھا ہو چکا ہے اِس لئے کسی اَور کو خلیفہ منتخب کر لینا چاہئے معاذاللہ ! اوراس کے بعد آہستہ آہستہ انہوں نے اپنا نام بطور خلیفہ کے پیش کرنا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ مسندِ خلافت پر ہمارا حق ہے۔ ان کی مسلسل زیادتیوں اور غلطیوں کے باوجود حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ان سے صرف نظر فرماتے رہے بلکہ ان کو خرچ کے طور پر وظیفہ بھی بھجواتے رہے لیکن معاملہ جب حد سے بڑھ گیا اور جماعت کی بقا کا مسئلہ درپیش ہوا تو پھر واضح ثبوتوں کی بنا پر انہیں اخراج از نظامِ جماعت کی سزا دی گئی۔ جماعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفہ کے ہاتھ پر اکٹھا رکھا اور ترقیات پر ترقیات عطا کرتا چلا گیا۔

یہ فتنہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے بیٹوں میاں عبدالمنان صاحب اور عبدالوہاب صاحب نے اُٹھایا تھا۔ اس کا فتنہ کا ظہور اور فتنہ پردازوں کا انجام بھی خلافتِ ثانیہ کی حقانیت کا ایک روشن نشان ہے کیونکہ اس کے ظہور سے ساڑھے چھ سال قبل حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو بذریعہ رؤیا اس کی خبر دے دی گئی تھی اور 27/جون 1950ء کو حضور رضی اللہ عنہ نے احباب جماعت کے سامنے حسبِ ذیل الفاظ میں اسے پوری طرح کھول کر بیان بھی فرما دیا تھا کہ:

''میں نے دیکھا کہ ایک اشتہار ہے جو کسی شخص نے لکھا ہے جو شخص مجھے خواب کے بعد یاد رہا ہے مگر میں اس کا نام نہیں لینا چاہتا صرف اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ اشتہار ہمارے کسی رشتہ دار نے دیا ہے مگر اس کی رشتہ داری میری بیویوں کے ذریعے سے ہے۔ اس اشتہار میں میرے بعض بچوں کے متعلق تعریفی الفاظ ہیں اور ان کی بڑائی کا اس میں ذکر کیا گیا ہے۔ میں رؤیا میں سمجھتا ہوں کہ یہ محض ایک چالاکی ہے۔ درحقیقت اس کی

غرض جماعت میں فتنہ پیدا کرنا ہے۔‘‘
اسی رؤیا کے حوالے سے مزید فرمایا کہ:
’’رؤیا میں مَیں کہتا ہوں کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا چاہے تم کتنے ہی چکر دے کر بات کرو۔ ظاہر ہے کہ تم جماعت میں اس سے فتنہ پیدا کرنا چاہتے ہو اور تمہاری غرض یہ ہے کہ میں بھی دنیا داروں کی طرح اپنے بیٹوں کی تعریف سن کر خوش ہو جاؤں گا اور اصل بات کی طرف میری توجہ نہیں پھرے گی۔ پس رؤیا میں مَیں نے اس اشتہار پر اظہار نفرت کیا اور میں نے کہا کہ میں اس قسم کی باتوں کو پسند نہیں کرتا۔‘‘

(الفضل 22 جولائی 1950ء صفحہ 4)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس فتنے اور اس کی ابتدا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
’’اللہ تعالیٰ کی عجیب حکمت ہے کہ جتنی گواہیاں ملی ہیں وہ بتاتی ہیں کہ یہ فتنہ اس وقت اٹھایا گیا تھا جب مجھ پر بیماری کا حملہ ہوا تھا 26 فروری 1955ء کو مجھ پر بیماری کا حملہ ہوا تھا اور یہ باتیں مارچ 1955ء کی ہیں لیکن ظاہر ہوئیں 1956ء میں آ کر اور اب میں ان کا ہر طرح مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ گویا وہی رؤیا والی بات ہوئی جو میں نے اس عورت سے کہی تھی کہ تم نے بے خبری میں مجھ پر حملہ کر لیا تھا اب میں با خبر ہو چکا ہوں اگر اب تم مجھ پر حملہ کرو تو جانوں! یہ کتنا بڑا نشان ہے جو ظاہر ہوا۔‘‘

(الفضل 8 اگست 1956ء صفحہ 2، 3)

چنانچہ جب ان لوگوں نے اپنی روش نہ بدلی تو ان کو اخراج از نظام جماعت کی سزا دی گئی اور اعلان کر دیا گیا کہ جب تک معافی نہ مانگیں انہیں نظام جماعت سے باہر تصور کیا جائے گا۔
حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے سفر یورپ سے واپس تشریف لا کر احباب جماعت کو ایک رؤیا سنائی جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تھا کہ ایک عورت آپ رضی اللہ عنہ پر مسمریزم کرتی ہے جس کا تھوڑا بہت اثر آپ محسوس کرتے ہیں لیکن آپ اس کی اس حرکت سے جب با خبر ہوتے ہیں تو اسے کہتے ہیں کہ:
’’تو نے میری بے خبری کے عالم میں مجھ پر مسمریزم کا عمل کیا تھا اب مجھے خبر ہو چکی ہے اور اب میں تیرا مقابلہ کروں گا اب تو مجھ پر عمل کر کے دیکھ لے تو وہ نہیں کر سکتی۔‘‘

(الفضل 8 اگست 1956ء صفحہ 2، 3)

## خلافت ثالثہ کے دور میں اٹھنے والا فتنہ اور اس کا انجام:

خلافت ثالثہ کے دور میں چونکہ نئی ہجری صدی شروع ہو رہی تھی اس لیے منافقین نے ایک حدیث کا غلط مفہوم لیتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیا کہ نئی صدی کے ساتھ مجدد بھی آنا چاہئے۔ مقصد یہ تھا کہ حضرت مسیح موعود کو صرف ایک مجدد ثابت کر سکیں تا کہ مجدد کے بعد خلافت کی بیعت نہ کرنی پڑے اور اس طرح خلافت کی جگہ مجددیت کا بہانہ بنا کر خلافت کی ضرورت ختم کر دی جائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے خدائی تائید اور رہنمائی سے نہایت احسن طریق پر اس فتنے کا قلع قمع کیا۔

## مجددیت اور خلافت:

1977ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مختلف ممالک میں منعقد ہونے والے جلسہ ہائے سالانہ کے لئے پیغام بھجوائے چنانچہ جلسہ سالانہ قادیان پر آپ نے مندرجہ ذیل پیغام بھجوایا:
’’ہم عنقریب پندرھویں صدی میں قدم رکھنے والے ہیں۔ نئی صدی کے شروع ہونے کے ساتھ گزشتہ صدیوں کی

طرح ایک نئے مجدد کے پیدا ہونے کا خیال بعض طبائع میں پیدا ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے بموجب حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا جب ظہور ہوا تو جیسا کہ آپ نے خود دعویٰ فرمایا ہے کہ آپ کو صرف ایک صدی کا مجدد بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ دنیا کی عمر کے آخری ہزار سال کے لیے مجدد بنایا گیا اور آپ کی بعثت امام آخرالزماں کی حیثیت سے ہوئی ہے اس لیے اب کسی امام یا مجدد کے آنے کی گنجائش نہیں۔ مجددین کی ضرورت اس دور کے لیے تھی جب خلافت کا سلسلہ بر قرار نہ تھا۔ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دور کے لیے مجددین کے آنے کی خبر دی وہاں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعود اور مہدی موعود کے ذریعہ خلافت عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ قائم کرے گا اور اس کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ پس یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ خلافت عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ کے قیام کے بعد الگ کسی مجدد کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اب تجدید اوراحیائے دین کا کام تا قیامت انشاء اللہ خلفائے مسیح موعود کے ذریعہ ہوتا رہے گا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظل ہوں گے۔"

(خلافت و مجددیت۔صفحہ 52۔53)

## ماریشس کے جلسہ سالانہ کے لئے پیغام :

"ہر احمدی کو یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے بعد مجددین کی آمد کا سلسلہ بند ہو گیا ہے اور خدا تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے انبیاء کے طریق پر نظامِ خلافت کو قائم فرمایا ہے اورخلفاء بلاشبہ مجددین ہیں۔ اس نظام کو غیر معمولی محبت،فدائیت اور ناقابل شکست وفاداری کے ساتھ محفوظ رکھنا ہے۔ اسلام کی برتری کے لیے یہ بات موجودہ نسل کو ہی ذہن میں نہیں رکھنی چاہئے بلکہ آئندہ نسلوں کے دلوں میں بھی اس بات کو راسخ کر دینا چاہیے۔"

(خلافت ومجددیت۔صفحہ 58)

## ہر خلیفہ مجدد ہوتا ہے:

حضرت خلیفة المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اس وقت جماعت احمدیہ میں تیسرے خلیفہ کا زمانہ گزر رہا ہے۔ چنانچہ مجھ سے پہلے ہر دو خلفا کا اور میرا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر خلیفہ مجدد بھی ہوتا ہے لیکن ہر مجدد خلیفہ نہیں ہوتا کیونکہ خلافت ایک بہت اونچا مقام ہے ایسے مجدد سے جو خلیفہ نہیں یعنی اس معنی میں جس کو ہم خلافت راشدہ کہتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے خلفاء ہوں گے پھر بادشاہت شروع ہو جائے گی اور پھر آخری زمانے میں منہاج نبوت پر خلفا کا زمانہ آ جائے گا اور یہ کہ کر آپ خاموش ہوگئے جس کا مطلب یہ ہے کہ پھر اس کا سلسلہ قیامت تک چلے گا۔یہی مطلب ہم لیتے ہیں کیونکہ یہی مطلب حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے لیا ہے"۔

(الفضل 21 مئی 1978ء)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت خلیفة المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"یہ ایک حقیقت ہے کہ منافق جب یہ کہتا ہے تو وہ گویاحضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے مقام کو گرا کر کہتاہے کہ آپ علیہ السلام مجدد تھے اورصدی کے آخر میں ایک اور مجدد آئے گا لیکن سنو آپ علیہ السلام محض مجدد نہیں تھے

آپ علیہ السلام مسیح بھی تھے، آپ علیہ السلام مہدی بھی تھے، آپ علیہ السلام امام آخر الزماں بھی تھے آپ علیہ السلام مجدد الف ِآخر بھی تھے، آپ علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ محبوب بھی تھے اور خدا تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو فرمایا ہے کہ قیامت تک کا زمانہ تمہارا زمانہ ہے اس لئے کوئی شخص آپ علیہ السلام سے یہ زمانہ چھیننے کے لیے تو نہیں آ سکتا البتہ آپ علیہ السلام کا خادم ہوکر آسکتا ہے مگر خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے جو خادم آئے ہیں وہ خلفائے سلسلہ حقہ احمدیہ ہیں، وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خادموں کے لشکر میں شامل ہو کر اور پھر مسیح موعود علیہ السلام اپنے ان تمام خدام کے لشکر کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں بطور ایک خادم کے کھڑے ہوئے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔''

(الفضل 21 مئی 1978ء)

## خلافت رابعہ کے دور میں اٹھنے والا فتنہ اور اس کا انجام:

خلافت رابعہ کے انتخاب کے وقت چند لوگوں نے فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے فتنہ پردازوں کو نا کام کردیا۔ اس کے بعد بعض اوقات مختلف جگہوں سے اس رنگ میں کوششیں کی گئیں کہ خلیفۂ وقت کے متعلق لوگوں کے دلوں اور ذہنوں میں بد اعتمادی پیدا کی جائے اور اسی طرح یہ باتیں پھیلانے کی کوشش کی کہ خلیفہ وقت قریبی لوگوں کی باتوں میں آ کر بعض دفعہ لوگوں کو سزائیں دے دیتے ہیں جو کہ ناانصافی پر مبنی ہوتی ہیں۔ یہ طریق ایسا ہے کہ بعض دفعہ نیک اور معصوم لوگ اپنی سادگی کی وجہ سے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہایت احسن طریق سے لوگوں کی اصلاح کی اوران کمزوریوں پر روشنی ڈالی تا کہ فتنہ پرداز کسی طرح کامیاب نہ ہوسکیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ احباب جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ان امور پر میں کئی دفعہ خطبات دے چکا ہوں لیکن پھر بار بار یہ باتیں سامنے آتی ہیں کیونکہ لوگ سمجھتے ہیں یہ معمولی باتیں ہیں کیا فرق پڑا اگر ہم نے چپکے سے فلاں کی بات سن لی؟ ساتھ ساتھ اپنی دانست میں خلیفۂ وقت کی حفاظت بھی کر لی۔ کہہ دیا کہ ہاں ہاں کسی کی باتوں میں آ گیا ہو گا۔ خود تو اپنی ذات میں شریف آدمی لگتا ہے خود تو جھوٹا اور غیر منصف نظر نہیں آتا اس لئے ضرور باتوں میں آ گیا ہو گا یعنی غیر منصف بھی قرار دے دیا اور ساتھ ہی بے وقوف بھی قرار دے دیا۔اچھا دفاع کیا ہے خلیفۂ وقت کا! یعنی پہلے تو صرف ظالم کہا تھا آپ نے کہا کہ ظالم صرف نہیں ہے، احمق بھی بڑا سخت ہے اس کو چغلیوں کی بھی عادت ہے یک طرفہ باتیں سنتا ہے اور فیصلے دیتا چلا جاتا ہے۔حسن ظنی میں مَیں کہتا ہوں کہ آپ نے اپنی طرف سے دفاع کیا لیکن یہ کیا دفاع ہے اس پر تو غالب کا یہ مصرع آپ پر صادق آتا ہے کہ:

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

اگر آپ نے خلافت کا ایسا ہی دفاع کرنا ہے، آپ کے یہی عزم تھے جب آپ نے عہد کئے تھے کہ ہم قیامت تک اپنی نسلوں کو بھی یہ یاد دلاتے رہیں گے کہ تم نے خلافت احمدیہ کی حفاظت کرنی ہے اور اس کے لئے ہر چیز کی قربانی کے لئے تیار رہو گے اگر عہد سے آپ کی یہی مراد ہے تو یہ عہد مجھے نہیں چاہئے۔خلافت احمدیہ کو یہ عہد نہیں چاہئے کیونکہ اس قسم کی حفاظت نقصان پہنچانے والی ہے فائدہ پہنچانے والی نہیں ہے لیکن یہ صرف ایک خلافت کا معاملہ نہیں ہے سارے نظام اسلام کا معاملہ ہے تمام اسلامی قدروں کا معاملہ ہے۔ہم تو

دُور کے مسافر ہیں ایک صدی کا ہمارا سفر نہیں ہے سینکڑوں سال تک اور خدا کرے ہزاروں سال تک ہم اسلام کی امانت کو حفاظت کے ساتھ نسلاً بعد نسلٍ دوسروں تک منتقل کرتے چلے جائیں ان اہم مقاصد کے لئے آپ کو پوری طرح ہتھیا ر بند ہونا چاہئے آپ ان معاملوں میں کیوں بار بار شیطان کے حملوں کے لیے اپنے سینوں کو پیش کرتے ہیں؟جن میں قرآن کریم نے آپکو کھول کھول کر بیان فرما دیا ہے کہ ان اصولوں سے ہٹوگے تو موت کے سواتمہارا کوئی مقدر نہیں ہے۔''

(ضمیمہ ماہنامہ انصاراللہ دسمبر 1987ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خلافتِ رابعہ کے آغاز کے فتنہ کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''پھر خلافت رابعہ کا دور آیا پھر دشمن نے کوشش کی کسی طرح فتنہ و فساد پیدا کیا جائے لیکن جماعت ایک ہاتھ پر اکٹھی ہوگئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا۔انتخاب خلافت کے ان حالات کے بعد جو بڑی سختی کے چند دن یا ایک آدھ دن تھے دشمن نے جب وہ سکیم ناکام ہوتی دیکھی تو پھر دو سال بعد ہی خلاف رابعہ میں، 1984ء میں پھر ایک اور خوفناک سکیم بنائی کہ خلیفۃ المسیح کو بالکل عضوِ معطّل کی طرح کر کے رکھ دو،وہ کوئی کام نہ کر سکے اور جب وہ کوئی کام نہیں کر سکے گاتو جماعت میں بے چینی پیدا ہوگی اور جب جماعت میں بے چینی پیدا ہو گی تو ظاہر ہے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوتی چلی جائے گی،اس کا شیرازہ بکھرتا چلاجائے گا۔''

(از خطبہ جمعہ فرمودہ 21 مئی 2004ء الفضل انٹرنیشنل 4 تا10 جون 2004ء)

## خلافت خامسہ کے دور میں اُٹھایا جانے والا فتنہ اور اس کا ردّ :

خلافت ِ خامسہ کے دورمیں فتنہ پرداز کھل کر تو کوئی فتنہ نہ پیدا کر سکے لیکن نہایت ہی چھپے ہوئے اور مخفی انداز میں وار کیا۔ فتنہ پردازوں نے احباب جماعت کو ایک مضمون بھجوا کر یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی کہ خلافت احمدیہ مستقل نہیں چلے گی بلکہ ایک دور میں ملوکیت میں بدل جائے گی اور گو یا وہ دور اب آ چکا ہے جب خلافت نے ملوکیت میں بدلنا تھا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نہایت احسن طریق سے جماعت کو اس فتنے سے بچایا اور آئندہ کے لیے بھی ایسے فتنوں کا سدِّ باب کر دیا۔چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

'' اب میں مختصراً ان صاحب کی طرف آتا ہوں جنہوں نے بڑی ہوشیاری سے مضمون پھیلا کر بعض لوگوں کے دلوں میں شبہادت پیدا کر نے کی کوشش کی ہے۔اپنی طرف سے ایسے لوگوں کا آلہ کار بنانے کی کوشش کی ہے جو شاید اس سوچ میں پڑجائیں لیکن انہیں پتہ نہیں کہ جماعت کی اکثریت خلافت سے سچی وفا اورمحبت رکھنے والی ہے اور جن کو یہ مضمون بھجوائے گئے ہیں انہوں نے نظا م کو یا مجھے اس سے آگاہ کر دیا، ہمیں بھجوادیئے۔ شیطان نے ایک چال چلی تھی لیکن وہ ناکام ہو گیالیکن جماعت کو بتانا میرا فرض ہے کہ وہ آئندہ محتاط رہیں۔ ان صاحب نے حضرت میاں بشیر احمد صاحب کی اس بات کو انڈر لائن(underline) کیا ہے کہ کسی نبی کے بعد خلافت متصلہ کا سلسلہ دائمی طور پر نہیں چلتا بلکہ صرف اس وقت تک چلتاہے جب تک کہ خدا تعالیٰ نبوت کے کام کی تکمیل کے لیے ضروری خیال فرمائے اور اس کے بعد ملوکیت کا دور آجاتا ہے یعنی تسلسل قائم نہیں رہتا،ایک کے بعد دوسرا خلیفہ نہیں آتا۔ روحانی طور پر سلسلہ ختم ہو جائے گالیکن یہاں بھی واضح ہو کہ کیا

جوحضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کا مشن تھا مکمل ہو گیا ہے؟ جیسا کہ میں نے کہا کہ یہ حضرت میاں صاحب کا اپنا نظریہ تھا اور اس بارہ میں ایک دو اور جگہ اس مضمون میں جو میں نے الفاظ پڑھے ہیں اس سے ملتے جلتے الفاظ ہیں لیکن یہ صاحب حضرت میاں صاحب کے اسی مضمون میں یہ الفاظ بھی پڑھ لیں کہ سچے خلفا کی علامات کیا ہیں۔ آپ اس بارہ میں لکھتے ہیں کہ پہلی اور ظاہری علامت یہ ہے کہ مومنوں کی جماعت کسی شخص کو اتفاق رائے یا کثرت رائے سے خلیفہ منتخب کرے۔

اب یہ صاحب بتائیں کہ کیا خلافت خامسہ کے انتخاب میں یہ نہیں ہوا؟ مجلس انتخاب میں تو بہت سے ایسے ممبران تھے جو مجھے جانتے بھی نہیں تھے لیکن الٰہی تقدیر کے ماتحت انہوں نے میرے حق میں رائے دی اور اکثر نے یہ کہا کہ ہمارے دل میں یہ خدائی تحریک پیدا ہوئی ہے اور اس بات کی وضاحت بھی حضرت میاں صاحب (حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ) نے مضمون میں کی ہوئی ہے۔ بہرحال میں میاں صاحب کے حوالوں سے اس لیے بات کر رہا ہوں کہ ان کے مضمون میں ہی جواب موجود ہے اور یہ بھی کہ تم جلدبازی نہ کرو۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں: دوسری علامت یہ ہے جو باطنی علامتوں میں سے ہونے کی وجہ سے کسی قدر غور اور مطالعہ چاہتی ہے وہ ہے قرآن کریم کی آیت استخلاف یعنی وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْم بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا کہ اور ان کے لیے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کیا ضرور تمکنت عطا کرے گا اور ان کے خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ : ہر خلیفہ کی وفات کے بعد عموماً جماعت میں ایک زلزلہ وارد ہوتا ہے، جماعت کے لوگ خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں خدا کی سنت ہے کہ وہ اپنے مقرر کردہ خلیفہ کے ذریعہ انہیں اطمینان اورتمکنت عطا فرماتاہے۔ اب آپ میں سے ہر کوئی گواہ ہے بلکہ دنیا کا ہراحمدی گواہ ہے، ہر بچہ گواہ ہے کہ کیا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد جو ایک خوف کی حالت تھی اسے اللہ تعالیٰ نے سکینت میں نہیں بدل دیا؟اگر ان صاحب کے لیے یہ دلیل کافی نہیں تو اللہ ہی رحم کرے! اور تیسری علامت حضرت میاں صاحب نے اپنی ذوقی علامت بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی رنگ میں نبی پر ظاہر کر دیتاہے کہ کون آئندہ ہونا ہے۔ بہرحال اس کا تعلق تو نبی سے ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر جگہ نبی کی طرف سے اظہار بھی ہو۔ تو ان صاحب سے میں حضرت میاں صاحب کے الفاظ میں یہی کہتاہوں کہ اس زمانے کی قدر کو پہچانو اور اپنے پیچھے آنے والوں کے لیے نیک نمونہ چھوڑو تا کہ بعد کی نسلیں تمہیں محبت اور فخر کے ساتھ یاد کریں اورتمہیں احمدیت کے معماروں میں یاد کریں نہ کہ خانہ خرابوں میں۔......اب احمدیت کا علمبردار وہی ہے جو نیک اعمال کرنے والا اور خلافت سے چمٹا رہنے والا ہے..........جب تک ایسی مائیں پیدا ہوتی رہیں گی جن کی گود میں خلافت سے محبت کرنے والے بچے پروان چڑھیں گے اس وقت تک خلافت احمدیہ کو کوئی خطرہ نہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ 27 مئی2005ء الفضل انٹرنیشنل10 تا16 جون2005ء)